12

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

31 مارچ 2004ء — 9 صفر المظفر 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

اگر فلسطینیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے؟

فلسطین کا بطل حریت
شیخ احمد یاسین

موجودہ دجالی تہذیب

مولوی محمد جعفر تھانیسری

بھورا جن

مغرب سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

معاشرتی بہبود کے کاموں کے لئے
وسائل کی فراہمی

نظریۂ پاکستان اور اسلام

87 ملین ڈالر جنگ کے لئے یا
جنگ 87 ملین ڈالر کے لئے؟

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

ایمان کیا ہے؟

ایمان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان نام ہے کچھ فرائض کی تکمیل کا، بعض قوانین واحکام کی پابندی کا اور کچھ تعلیمات کی پیروی کا۔ تو جس نے ان امور کی تعمیل کی اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا اور جو ان سے عاجز رہا اس کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

انہی فرائض واحکام اور مجموعے کا نام شریعت ہے اور حضور ﷺ نے اپنی اس لائی ہوئی شریعت کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''یہ شریعت بیضا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔''

حق یہ ہے کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ یہ نعمت دوسری نعمتوں کی طرح ایک آزمائش ہے۔ انسان کی دنیوی زندگی ایک امتحان ہے۔ ایک طرف زندگی کی آسائشیں اور راحتیں ہیں، دوسری جانب مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں۔ دونوں صورتوں میں انسان کو سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان آزمائشوں سے انسان کو جو چیز کامیابی اور خوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بخشتی ہے وہ ایمان کی قوت ہے۔ اگر انسان یقین وایمان سے خالی ہو تو وہ نہ صرف یہ کہ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ نہیں کرسکتا بلکہ زندگی کی راحتوں سے بھی صحیح معنی میں لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ ایمان کی عدم موجودگی بے مقصدی کے مترادف ہے۔ زندگی کی کٹھن راہوں میں مسائل کی پیچیدگی اور وسائل کی کمی میں جو روشنی انسان کو بھٹکنے سے بچاتی ہے، جو روشنی اس کے عزم کو بلند رکھتی ہے، وہ روشنی ایمان کی روشنی ہے۔

کتابِ ہدایت یعنی قرآن حکیم کا مقصد نزول کفر کی تاریکی کو ایمان کی روشنی میں بدل دینا ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہ کتاب عظیم ہم نے آپ پر اس لئے نازل کی ہے کہ آپ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں پہنچادیں''۔ (ابراہیم: 1)

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایمان کی اصل چھ چیزیں قرار دی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ (2) اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا۔ (3) اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا۔ (4) اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ (5) قیامت کے دن پر ایمان لانا۔ (6) تقدیر پر ایمان لانا۔

ایمانِ شرعی کے متعلق تمام محدثین کا مذہب یہ ہے کہ دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ایمان ہے، یعنی تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان۔ اس کی تشریح اس طرح ہے کہ ایمان اللہ کے پیغمبر پر اس کے لائے ہوئے مکمل پیغام کے بارے میں کامل اعتماد کا نام ہے۔

ماخذ: ماہنامہ ''الرشید'' لاہور

تحریر: حکیم محمد سعید شہید

سورۃ آل عمران آیت (1 تا 6)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿الٓمّٓ o اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ o نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ o مِنۡ قَبۡلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُوانۡتِقَامٍ o اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ o ھُوَالَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ o﴾

''ال م۔ اللہ (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اس نے (اے محمدؐ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل نازل کی۔ (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لئے پہلے (تورات اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا۔ اور اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔ اللہ (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے' اس غالب حکمت والے کے سوائی کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

ال م۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔ انہی کے ساتھ سورۃ البقرہ کا آغاز ہوا۔ وہاں ان کا مختصر بیان ہو چکا۔ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ یہ الفاظ بھی سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی کے آغاز میں آ چکے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک اسم اعظم ہے جس کے حوالے سے اگر کوئی چیز اللہ سے مانگی جائے تو وہ ضرور دیتا ہے' لیکن آپؐ نے صاف طور پر بتایا نہیں کہ وہ اسم اعظم کونسا ہے۔ البتہ کچھ اشارے کئے ہیں' جیسے رمضان کی ایک شب لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے' مگر اس کے بارے میں بھی تعین کے ساتھ نہیں بتایا کہ وہ کونسی شب ہے' تاکہ ذوق و شوق سے اس کی تلاش میں سرگرمی کے ساتھ عبادت کی جائے۔ اسی طرح اسم اعظم کے بارے میں بھی آپؐ نے فرمایا کہ وہ سورۃ البقرہ' سورۃ آل عمران اور سورۃ طٰہٰ میں ہے۔ ان تینوں سورتوں میں دیکھیں تو الحی القیوم کے الفاظ مشترک پائے جاتے ہیں۔

یہ کتاب اس ذات اقدس نے آپؐ پر نازل فرمائی حق کے ساتھ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ الحی القیوم ہے۔ اس سے اس کلام کی عظمت کا اندازہ ہو گیا۔ یہاں انزل کی بجائے نَزَّلَ آیا ہے یعنی یہ کلام اللہ تعالیٰ نے تدریجاً نازل کیا اور یہ کتاب یعنی قرآن تصدیق کرتے ہوئے آئی ہے ان الہامی کتابوں (تورات اور انجیل) کی جو اس کے سامنے موجود ہیں۔ یعنی تورات اور انجیل واقعی اللہ کی کتابیں تھیں جن میں تحریف ہو گئی۔ علاوہ ازیں قرآن تصدیق کرتا ہے ان پیشین گوئیوں کی جو تورات اور انجیل میں موجود تھیں اور جن کا مصداق بن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل نازل فرمائی تھیں اور اللہ نے فرقان بھی اتارا۔ ''فرقان'' قرآن مجید کے لئے بھی' تورات کے لئے بھی اور معجزات کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ غرض وہ شے جو حق و باطل کے مابین امتیاز پیدا کر دے' فرقان ہے۔ اسی لحاظ سے سورۃ الانفال میں غزوۂ بدر کے دن کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ اب یہاں تہدید اور دھمکی کا انداز ہے کہ اس کتاب کا معاملہ دوسری کتابوں کی طرح کا نہ سمجھو کہ مان لیا تب بھی کوئی حرج نہیں' نہ مانا تو بھی کوئی بات نہیں۔ اگر طبیعت پڑھنے پر راغب ہوئی تو بھی کوئی بات نہیں' راغب نہ ہوئی تو مت پڑھو کوئی الزام نہیں۔ یہ کتاب ویسی نہیں' بلکہ یہ کتاب تو ایسی ہے کہ اگر اس کے مخاطب اس پر ایمان نہ لائیں گے اور نہ مانیں گے تو ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا ہے۔ یہ لفظ بہت اہم ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ رؤف ہے' رحیم ہے' شفیق ہے' غفور ہے' ستار اور کریم ہے' لیکن ساتھ ہی شدید ذوانتقام بھی ہے' عزیز ذوانتقام بھی ہے' شدید العقاب بھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں شانیں ذہن میں رہنی چاہئیں۔

یقیناً اللہ تعالیٰ پر آسمان اور زمین کی کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسے چاہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ کسی کے پاس choice نہیں کہ وہ اپنا نقشہ خود بنائے۔ یہ اس کے علم و قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ العزیز (غالب) اور الحکیم (حکمت والا) ہے۔

فرمانِ نبویؐ

حاجت روائی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنۡ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ قَضٰی لِاَحَدٍ مِّنۡ اُمَّتِیۡ حَاجَۃً یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّسُرَّہٗ بِھَا فَقَدۡ سَرَّنِیۡ وَمَنۡ سَرَّنِیۡ فَقَدۡ سَرَّ اللّٰہَ وَمَنۡ سَرَّ اللّٰہَ اَدۡخَلَہُ الۡجَنَّۃَ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری امت کے کسی شخص کی حاجت پوری کی یہ ارادہ کر کے کہ وہ اپنی حاجت پوری ہونے سے خوش ہو جائے گا تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا' اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

اس حدیث میں نہایت مناسب طریقہ سے سمجھا گیا ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی دراصل انسان کی اپنی ہی خوشی اور کامیابی کا سبب بنتی ہے۔ جو شخص کسی کی حاجت پوری کرے گا اور اس سے اس کی غرض یہ ہوگی کہ متعلقہ شخص تکلیف سے نجات پائے اور اسے خوشی حاصل ہو تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سے مجھے خوشی ہوگی' اس کا یہ عمل رحمت عالم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کا موجب ہوگا۔ آگے آپؐ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خوش کیا' اس نے اللہ کو خوش کیا۔ اس کا ثبوت قرآن حکیم میں بھی جا بجا ملتا ہے۔ اور یہ بھی قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ جس سے اللہ راضی ہوا' اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ جس شخص کو وہاں ٹھکانا نصیب ہو جائے اسے خوشی ہی خوشی ملے گی۔ رنج' دکھ اور مصیبت کا نام تک نہ ہوگا۔

خط کوفی زخرفی میں خطاط خواجہ میر علی تبریزی کا خوبصورت شاہکار

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	26مارچ تا31مارچ2004ء	جلد
12	3تا9صفر المظفر 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیرِ انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اگر فلسطینیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے؟

فلسطین کی جہادی تنظیم ''حماس'' کے بانی شیخ احمد یاسین غزہ شہر کے علاقے صابرہ میں 22 مارچ پیر کی صبح' فجر کی نماز کے بعد اپنے محافظوں' بیٹے اور نمازیوں کے ہمراہ وہیل چیئر پر مسجد سے باہر آ رہے تھے کہ اسرائیلی فضائیہ کے ہیلی کاپٹروں نے ان پر تین میزائل داغ دیئے' جس سے شیخ یاسین کے علاوہ سات افراد شہید ہو گئے۔ حملے سے ان کی وہیل چیئر بری طرح تباہ ہو گئی اور ہر طرف خون ہی خون بکھر گیا۔ اسرائیل کے فوجی ذرائع کے مطابق شیخ یاسین کی ہلاکت کا حکم اور منصوبہ بندی خود وزیر اعظم ایریل شیرون نے کی تھی' جو حملے کے وقت اپنے فارم پر موجود تھے اور انہیں کارروائی کی اطلاع ٹیلی فون پر دی جاتی رہی۔ اسرائیلی ریڈیو کے مطابق شیخ یاسین پر قاتلانہ حملہ وزیر اعظم شیرون کی ذاتی نگرانی میں کیا گیا۔ وزیر اعظم شیرون نے شیخ یاسین کی شہادت پر اپنی فوج کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے فلسطینیوں کے بڑے دہشت گرد کو ٹھکانے لگا دیا جس کی زندگی کا مشن ہی یہودیوں کا قتل اور صیہونی ریاست کی تباہی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی سفاک وزیر اعظم شیرون کے زیر ہدایت فلسطینیوں اور بالخصوص تین بڑی جہادی تنظیموں حماس' الجہاد اور الاقصیٰ بریگیڈ کے خلاف کئی برس سے انسانیت سوز اور وحشیانہ بربریت کا ہر روز نیا بہانہ گھڑ کر جارحیت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ امریکا کے پیش کردہ ''روڈ میپ'' کی خلاف ورزی' معاہدہ اوسلو کی پامالی اور تمام فلسطینیوں کا مکمل انخلاء کے بعد خالص ''اسرائیلی ریاست'' قائم کرنا اسرائیل کی موجودہ حکومت کا منشور اور نصب العین ہے۔ اسرائیلی ریاست کے قیام میں یاسر عرفات' شیخ احمد یاسین کی تنظیم ''حماس'' اور دوسری جہادی تنظیمیں اور حزب اللہ بڑی رکاوٹیں ہیں جن کو ہمیشہ کیلئے دور کرنے کی خاطر چار روز قبل 18 مارچ کو اسرائیلی کابینہ نے غزہ میں وسیع پیمانے پر فوجی آپریشن کی منظوری دی۔ کابینہ کی منظوری حاصل کرنے کے بعد وزیر اعظم نے فوج کو حکم دیا کہ وہ جہادی تنظیموں کا اوپر سے لے کر نیچے تک صفایا کر دے۔ اسرائیلی فوج نے قانونی اجازت حاصل ہونے کے بعد فلسطین میں ظلم وستم کا ایک نیا بازار گرم کیا۔ فلسطینیوں کو محصور کرنے اور فلسطینی اتھارٹی (صدر یاسر عرفات) کے زیر نگین علاقے کو محصور کرنے کیلئے ایک دیوار کی تعمیر پہلے ہی شروع کر رکھی تھی۔ اب نئے عزائم کے تحت اسرائیلی فوج نے غزہ میں ایک کالج کی سہ منزلہ عمارت کو ڈائنامیٹ سے اڑانے کے بعد گن شپ ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں سے غزہ پر متعدد اطراف سے حملے شروع کئے۔ مہاجر کیمپوں' فلسطینی اتھارٹی کے دفاتر' تعلیمی اداروں' مساجد اور کاروباری مراکز پر حملے بڑھا کر ان پر باقاعدہ قبضے کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کیا اور وزیر اعظم شیرون کے اس اعلان کی تصدیق کر دی ہے کہ اسرائیل اب فلسطینیوں سے مذاکرات کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ شیخ احمد یاسین کی شہادت کے فوراً بعد اسرائیلی فوج کے کمانڈر انچیف نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے کہ اب ہمارا اگلا ٹارگٹ یاسر عرفات اور حزب اللہ کے قائد حسن نصر اللہ کی ہلاکت ہے۔

شیخ احمد یاسین کی شہادت مجاہدین کی معمول کی شہادتوں کی طرح کوئی عام اور معمولی واقعہ نہیں ہے' بلکہ نہ صرف اسرائیل اور فلسطین کی تاریخ کا' بلکہ عالمی تاریخ کا ایک ایسا المناک واقعہ ہے' جس سے امریکا کے صدر بش کی چلائی ہوئی ''کروسیڈ'' دو آتشہ ہو جانے کا امکان ہے۔ اس انسانیت سوز واقعے کی مذمت اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان' برطانیہ' فرانس' یورپی یونین' جرمنی' جاپان' چین' شام' عراق' ایران' اردن' قطر' مصر' سوڈان' پاکستان غرض پوری دنیا نے کی ہے۔ ادھر حماس نے شیخ احمد یاسین کی شہادت کا انتقام لینے کا عہد کرتے ہوئے امریکا کو بھی سبق سکھانے کی دھمکی دی ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل یہ گھناؤنی کارروائی امریکا کی اشیرباد کے بغیر نہیں کر سکتا۔ امریکا نے اس المناک واقعے کی مذمت کرنے کی بجائے صرف اتنا کہا ہے کہ ہمارا اس واقعے سے کوئی تعلق نہیں۔

اس واقعۂ فاجعہ پر ''تنظیم اسلامی'' نے اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے: ''دہشت گردی کی یہ صورت کہ کسی کو ہلاک کرنے کا اعلان عام کر کے اس پر عمل بھی کر گزرنا' دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد ایریل شیرون ہی کا کام ہے جس کے نزدیک کسی قانون' ضابطے یا اخلاق کا کوئی پاس یا لحاظ نہیں ہے۔ ''تنظیم اسلامی'' عالمی دہشت گرد ایریل شیرون کے حماس کے قائد شیخ یاسین کو شہید کرنے کی پرزور مذمت کرتی ہے اور امریکہ کے امن پسند لوگوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ صدر بش کو مجبور کریں کہ وہ ایریل شیرون کے اس اقدام کی پُرزور مذمت کرتے ہوئے اس کے خلاف کارروائی کرنے کا اعلان کرے''۔

''تنظیم اسلامی'' کے اس اعلان پر ہم علامہ اقبال کا ایک شعر' بہ ادنیٰ تصرف' اضافہ کریں گے

اگر فلسطینیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے؟
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

فلسطین کا بطلِ حُرّیت شیخ احمد یاسین

اس ہفتے کی دنیائے اسلام کی ڈائری پر فلسطین کے عصر حاضر کے بطل حریت' مجاہد اعظم شیخ احمد یاسین کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں۔

یہ معجزہ نما مجاہد اسلامی مزاحمتی تحریک (حماس) کا روح رواں 1936ء میں غزہ کی پٹی کے جنوبی ضلع المجدل کے معروف گاؤں الجورہ میں پیدا ہوا۔ اس کا نام احمد اسماعیل یاسین رکھا گیا مگر احمد یاسین کے نام سے معروف ہوئے۔ گھرانا دین دار ہونے کی وجہ سے احمد یاسین کی تربیت اسلامی خطوط پر کی گئی۔ عمر بمشکل تین سال ہوئی تھی کہ والد کا سایہ سر سے ہٹ گیا۔ ابھی مشکل حالات سے دوچار تھے کہ استعمار کی مدد سے یہودیوں نے الجورہ گاؤں پر قبضہ کرلیا۔ آپ کی والدہ آپ کو اور دیگر خاندان کو لے کر ہجرت کر کے غزہ کے نزدیک خیمہ بستی میں پناہ گزینوں کی حیثیت سے رہنے لگیں یعنی آنکھ کھولی تو یہودیوں کا ظلم جاری تھا۔ ہوش سنبھالا تو مدرسہ امام شافعی میں داخل ہوئے۔ دین کا ابتدائی علم حاصل کرنے کے بعد 1958ء میں ثانوی درجات کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ بچپن میں شیخ احمد یاسین اکثر اپنی ماں سے معصومانہ انداز سے پوچھتے کہ ان کو اپنے گھر سے کیوں نکالا گیا ہے اور یہودی کون لوگ ہیں کہاں سے آئے ہیں؟ اور یہ ہمارے گھروں کو کیوں آگ لگا رہے ہیں اور ہمیں ان خیمہ بستیوں میں رہنے پر کیوں مجبور کردیا ہے؟

مشکل حالات ہونے کے باوجود احمد یاسین نے اسلامی کتب و دیگر کتب اور تعلیم پر بھرپور توجہ دی اور نوجوانوں کے اندر جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے کام شروع کیا۔ مختلف کالجز' اسکولوں' مساجد اور گھروں میں چھپ کر درس قرآن دیتے' نوجوانوں کی فکری تربیت کرتے' ان کو قرآن کی طرف متوجہ کرتے اور ان کو اس طرف توجہ دلاتے کہ آپ کی ذمہ داریاں اس لحاظ سے زیادہ بڑھ گئی ہیں کہ فلسطین کے ایک حصے پر ناپاک یہودیوں نے سامراجی طاقتوں کی مدد سے قبضہ کرلیا ہے اور ان کی پیش قدمی جاری ہے۔ پہلے نمبر پر ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم آگے بڑھ کر جہاد کے پرچم تلے جمع ہوں اور ان کے خلاف جہاد کریں۔ وہ ورزش کے بہانے نوجوانوں کو دریا کے کنارے لے جاتے اور وہاں ان کو مختلف قسم کی ٹریننگ دیتے۔ نشانہ بازی' دوڑ لگانا' ہائیکنگ' کشتی لڑنا اور جمناسٹک ان کو سکھاتے اور خود بھی سیکھتے۔ اسی دوران ان کا تعلق اخوان المسلمون سے ہوگیا۔ شیخ احمد یاسین اخوان المسلمین کے کارکن اور بعد میں رکن بن گئے۔ جامعہ ازہر کے اندر نوجوانوں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور نہایت حکمت سے کام کرتے رہے' کم عمر میں ہی وہ فلسطینیوں اور غیر فلسطینیوں کی امیدوں کے مرکز بن گئے۔ واپس فلسطین آ کر انہوں نے کام شروع کردیا۔ اسی دوران اخوان کی شاخ غزہ میں قائم ہوئی تو شیخ احمد یاسین نے ان کی صدا پر لبیک کہا اور اپنے آپ کو پیش کردیا۔ انہوں نے ایک سکول میں استاد کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ دن کو سکول میں بچوں کو پڑھاتے' رات کو پیدل دورے کرتے۔ ایک دن دوستوں کے ساتھ ورزش پر گئے ہوئے تھے دوران مشق آپ دوسرے ساتھی کے سر پر ہاتھ رکھ کر چھلانگ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ توازن برقرار نہ رکھ سکے اور نیچے گر گئے۔ اس سے ریڑھ کی ہڈی کے مہروں اور گردن پر شدید چوٹ آئی' مہرے اپنی جگہ سے ہل گئے جس سے گردن کا نچلا حصہ مفلوج ہوگیا۔

درسِ قرآن کا حلقہ بڑھتا گیا۔ دور دور سے سن کر لوگ اس پروگرام میں شریک ہوتے پھر فلسطینی عوام نے فیصلہ کرلیا کہ اس مردِ مجاہد کو ملازمت سے فارغ کر کے مکمل طور پر خطیب اور عالم دین بنادیا جائے۔ 1966ء میں اسرائیلی آرمی نے پہلی مرتبہ اس شجر سایہ دار کو گرفتار کرلیا۔ ان کی گرفتاری اسرائیلیوں کے لئے قہر ثابت ہوئی۔ ہر طرف ہنگامے اور پتھراؤ شروع ہوگیا اس پر اسرائیلیوں کو مزید تشویش ہوئی۔ ان پر الزام تھا کہ وہ مساجد میں کھڑے ہوکر اسرائیل کے خلاف تقریر کر رہے تھے جو کہ خلاف قانون ہے اس کی سزا ان کو ضرور ملے گی۔ عدالت نے ان کو 15 سال قید بامشقت سنائی مگر کچھ سالوں کے بعد ان کو رہا کردیا گیا۔

واپس آ کر آپ نے دوبارہ تبلیغ دین اور درسِ جہاد کا کام شروع کردیا اور جلد ہی آپ ایک غیر متنازعہ لیڈر کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ مقبوضہ فلسطین میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی حیثیت ایک مفتی اور قاضی کی سی ہوگئی تھی۔ فلسطینی عوام نہ صرف یہ کہ سنجیدہ دینی مسائل میں آپ سے رہنمائی کے لئے آپ کے پاس آتے بلکہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کے پاس آتے بلکہ آپس کے جھگڑوں میں بھی آپ کو ثالث اور منصف مانتے۔ دوسری مرتبہ 1983ء میں اسرائیلی کمانڈوز نے مسجد سے متصل ایک کیمپ پر چھاپہ مارا اگرچہ وہاں سے آرمی کو کچھ نہ ملا مگر اس کے باوجود شیخ احمد یاسین سمیت دیگر نوجوانوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ گرفتاری کے دوران عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ ہم نہتے تھے اور اسرائیلی کمانڈوز ہر طرح کے اسلحہ سے لیس اور جدید ترین گاڑیوں کے ساتھ تھے مگر وہ شیخ صاحب کے قریب جانے سے گھبرا رہے تھے کہ شاید ان کے پاس خطرناک چیز ہوگی حالانکہ شیخ احمد یاسین مفلوج تھے۔ خود اٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ آرمی کی حالت یہ تھی کہ وہ پسینے سے شرابور تھے اور کانپ رہے تھے جس طرح منفی ڈگری درجہ حرارت پر انسان کانپتا ہے بڑی مشکل سے شیخ صاحب اور ان کے ساتھیوں پر الزام یہ لگایا گیا کہ انہوں نے تخریبی کارروائیوں کے لئے اسلحہ اور گولہ بارود جمع کیا ہوا تھا۔ عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا گیا اور انتیس سال کی سزا سنا کر جیل بھیج دیا گیا۔ ابھی سزا بھگتتے ہوئے بمشکل گیارہ ماہ ہی ہوئے تھے کہ تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیلی حکومت کے درمیان قیدیوں کے تبادلے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر اسرائیلیوں نے کہا کہ ساری دنیا کو رہا کرسکتے ہیں مگر شیخ احمد یاسین کو رہا کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس کے بدلے میں جو بھی شرط رکھو مان لیں گے۔ تاہم تیرہ سال تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد 1997ء میں انہیں دو اسرائیلی ایجنٹوں کے بدلے رہا کردیا گیا۔ رہائی کے بعد شیخ یاسین نے حماس تنظیم کو مزید مستحکم کرتے ہوئے اسرائیلی جارحیت کا جواب دینے کا عہد کیا۔ انہوں نے ہر موقع پر اسرائیل کو پرامن رہنے اور مشرق وسطیٰ کے تنازعے کے حل کے لئے بات چیت کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی لیکن اسرائیل نے انہیں ہمیشہ باغی کے روپ میں پیش کیا۔ شیخ یاسین کی حق خودارادیت حاصل کرنے کی مہم کمزور نہ پڑی۔ اسرائیل نے گزشتہ سال 13 جون کو اعلان کیا کہ اسرائیلی ٹارگٹ میں شیخ یاسین سرفہرست ہیں جس کے بعد 6 دسمبر 2003ء کو اسرائیلی طیاروں نے غزہ میں ان کے گھر اور گردونواح میں زبردست بمباری کی تاہم وہ اس حملے میں محفوظ رہے۔ حملے کے بعد شیخ یاسین نے اعلان کیا کہ وہ اس طرح کے حملوں سے ڈرنے والے نہیں اور فلسطینیوں کی تحریک آزادی اور اسرائیلی قبضہ ختم کرنے کی مہم جاری رہے گی۔ شیخ یاسین نے اسرائیل کی طرف سے فلسطینی علاقوں میں تعمیر کی جانے والی باڑ کی ہر موقع پر مخالفت کی اور اسے کھلی اسرائیلی جارحیت قرار دیتے ہوئے عالمی برادری سے حفاظت کے نام پر قبضے کی اس کوشش کو روکنے کا مطالبہ کیا۔ شیخ یاسین دبلے پتلے جسم کے مالک تھے اور ان کی نظر بھی انتہائی کمزور تھی۔ وہ انتہائی دھیمی آواز میں گفتگو کرتے تھے۔ ان پر گزشتہ ماہ ستمبر میں بھی حملہ کیا گیا تھا جس میں وہ زخمی ہوگئے تھے۔ بالآخر اسرائیلی شیطنت بروئے کار آئی اور 22 مارچ 2004ء کو انہیں شہید کردیا گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

موجودہ دجالی تہذیب اور ابلیسی نظام

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 12 مارچ 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ الکہف کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب تک ہم نے پانچ آیات کا مطالعہ کیا ہے۔ پچھلے دو جمعوں میں میری عدم موجودگی کی وجہ سے ناغہ رہا لہٰذا کچھ تمہیدی باتوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

یہ سورت آنحضور ﷺ کے فرمان کے مطابق دجالی فتنے کے اثرات سے حفاظت میں بہت مؤثر ہے۔ خاص طور پر اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی دس آیات کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دجالی فتنے کے اثرات سے محفوظ رکھے گا۔ دجالی فتنہ کی سنگینی کا یہ عالم ہے کہ اس سے ہر نبی اور ہر رسول نے پناہ مانگی ہے۔ آپ ﷺ سے بھی یہ دعا منقول ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ))

"اے اللہ ہم آپ سے پناہ مانگتے ہیں زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے"۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے قبل جب دجال ظاہر ہوگا تو اسے بہت سے مظاہر فطرت اور قوانین قدرت پر کنٹرول حاصل ہوگا۔ مثلاً وہ ایسی آواز سے گفتگو کرے گا کہ پوری دنیا کے شرق و غرب میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ اسی طرح چند دنوں کے اندر وہ پوری دنیا کی ہر بستی میں پہنچ سکتا ہے۔ اس کی سواری کا ایک قدم مدینہ میں تو دوسرا قدم شام میں ہوگا۔ وہ ایک شخص کو کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دے گا اور پھر اس کو جوڑ دے گا۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا۔ وہ زمین کو حکم دے گا وہ اپنے خزانے اُگل دے گی۔ رزق کے خزانے اس کے قبضے میں ہوں گے۔ لیکن آج یہ سب چیزیں سائنس کی ترقی کی وجہ سے ممکن ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس کی ایک علامت یہ بھی ہوگی کہ اس کی پیشانی پر "ک ف ر" لکھا ہوگا اور ہر مومن شخص اس کو پڑھ لے گا چاہے وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو۔ آج ہر صاحب ایمان شخص اس دجالی تہذیب کو پہچانتا ہے کہ آج دنیا کا امام امریکہ اور دیگر عالمی طاقتیں جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی معراج پر ہیں، جس نظام اور جس تہذیب کے علمبردار ہیں وہ دراصل اللہ سے بغاوت پر مبنی نظام ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی فی نفسہٖ کفر ہے نہ شرک ہے اور نہ ہی اسلامی اعتبار سے اس پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں انسان کو مظاہر فطرت اور کائنات پر غور و فکر کی پُرزور دعوت دیتا ہے تاکہ سلیم الفطرت اور سلیم الطبع انسان اس غور و فکر کے نتیجے میں ایمان کے نور سے مستفید ہو سکیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ ابلیسی نظام یعنی نیو ورلڈ آرڈر کے خدوخال کیا ہیں جس کا علمبردار امریکہ ہے؟ اس نظام میں اللہ کی حاکمیت کو کسی سطح پر تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ آسمانی ہدایت کے خلاف اعلانِ بغاوت بلند کیا جاتا ہے۔

چنانچہ سیاسی سطح پر سیکولرازم کا تصور آج پوری دنیا میں رائج ہے جس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ہم ملکی معاملات میں اللہ کی حاکمیت کو نہیں مانتے، ہم جو چاہیں نظام بنائیں جو چاہیں قانون بنائیں، ہاں مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے۔ جبکہ معاشی سطح پر سودی لین دین اس نظام کی جڑ بنیاد ہے۔ حالانکہ سودی لین دین عیسائی مذہب اور یہودیوں کے مذہب میں بھی حرام ہے اور اسلام میں تو اس درجہ اس کی حرمت قرآن مجید میں ہے کہ اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو سنو اللہ اور رسول کی جانب سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ کی رحمت اور نصرت کہاں سے آئے گی جب ہمارا نظام ہی سود پر بنا ہوگا۔ یہ بنکنگ کا سارا نظام سودی نظام ہے اور اللہ کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔

اسی طرح معاشرتی سطح پر اسلام حیا، ستر و حجاب اور مخلوط معاشرے سے اجتناب کے احکام دیتا ہے جبکہ اس ابلیسی نظام میں مادر پدر آزادی کا تصور ہے۔ اس نے درحقیقت انسانیت سے حیا کا لبادہ اتار دیا ہے۔ یہ ہے سب سے بڑا باغیانہ نظام جو ابلیس کا بنایا ہوا ہے۔ آج اگرچہ مغربی تہذیب سائنس و ٹیکنالوجی کے اعتبار سے عروج پر ہے لیکن بدقسمتی سے یہ ابلیس کی آلۂ کار ہے یہ وہ کافرانہ اور ملحدانہ نظام ہے جسے ہر مسلمان اور ہر مومن جس کے دل میں نور ایمان ہے، دیکھ سکتا ہے، پڑھ سکتا ہے، چاہے وہ پڑھا ہو یا ان پڑھ۔ اسی نظام کے حوالے سے لگ بھگ پون صدی قبل علامہ اقبال نے خبردار کیا تھا کہ ابلیس نے پوری دنیا کو فتح کر لیا ہے تاہم اسے مستقبل میں اگر کوئی خطرہ ہے تو صرف اسلام سے خطرہ ہے۔

ہے اگر کوئی خطر مجھ کو تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو
الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں نے گدائے رہ نشیں

ابلیس کو آئین پیغمبر ﷺ یعنی نظامِ مصطفیٰ ﷺ سے خطرہ لاحق ہے۔ اور ان سے جو اس نظام کے حامی ہیں، جو اسلام کو صرف مذہب نہیں بلکہ دین سمجھتے ہیں اور دین حق کو قائم کرنے کے علمبردار ہیں۔

کیونکہ یہ نظام مصطفیٰ ہی ہے جو انسانیت کی اعلیٰ قدروں کا محافظ ہے اور لوگوں کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی سکھاتا ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

انسان جو مسجودِ ملائک ہے اس کی پیشانی صرف اللہ کے سامنے جھکنی چاہئے۔ لیکن شیطانی جال کی مختلف صورتیں ہیں، یہ بڑے پُرفریب انداز میں انسان کو محکوم اور غلام بنا دیتا ہے کسی نظریے کا، کسی نظام کا، کسی پاپائیت کا۔

آگے فرمایا ۔

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں!

معاشی سطح پر سب سے بڑی آلودگی سود اور جوا ہے۔ آج ہمارے معاشرے کے تانے بانے میں سود اور جوا بُنا ہوا ہے۔ ان دو چیزوں سے پوری دنیا کی معیشت تشکیل پا رہی ہے۔ جسے اللہ نے دولت دی ہے اسلامی نظام اس کو اس دولت کا امین ٹھہراتا ہے۔ یہ مال و دولت تمہارا اپنا نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطا کردہ ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو تم پر اس نے کیا ہے۔ تمہارے مال میں محرومین کا بھی حق ہے۔ اسلام میں تصور امانت ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کو اپنا سمجھا جاتا ہے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کو اپنا حق سمجھا جاتا ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام کا تصور ہے جو بدترین استحصالی نظام ہے ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین

اصل میں سیاسی اعتبار سے زمین پر حاکمیت کسی بادشاہ، کسی جمہوری نظام، کسی قوم یا ملک کی نہیں ہے اور نہ ہی نیو ورلڈ آرڈر کی ہے۔ کہ اس زمین پر وہ جو چاہیں نظام بنائیں اور جو چاہیں قانون بنائیں۔ یہ رب کی دھرتی ہے اس پر رب کا نظام ہی قائم ہونا چاہئے، یہاں اسلام اور شریعت کے اصولوں کے عین مطابق آئین و قانون سازی ہونی چاہئے۔ یہ ہے آئین پیغمبر جس سے ابلیس بھی پناہ مانگتا ہے اس آئین پیغمبر کے خلاف موجود مغربی تہذیب، سودی معیشت، سیکولر نظام، بے حیا مادر پدر آزاد معاشرت کھلی بغاوت ہے۔ اب اس شیطانی تہذیب کو سائنس و ٹیکنالوجی کی قوت حاصل ہے۔ یعنی اب ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا بھی حاصل ہو گیا ہے۔ پہلے تو وہ صرف مکر و فریب اور وسوسہ اندازی سے کام لیتا تھا۔ لیکن اب اس کے چیلے چانٹے رزق کے خزانوں پر قابض ہیں۔ اور طاقت و قوت کے ذریعے ابلیسی نظام کو پوری دنیا پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ معرکہ حق و باطل کی پوری تاریخ میں ابلیس کو پہلے کبھی اس سے بہتر پوزیشن حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا کا "امام" امریکہ اور یورپی اقوام مذھباً عیسائی ہیں اور کسی نہ کسی درجے میں اللہ کو ماننے والے ہیں، آسمانی مذہب کے قائل ہونے کے باوجود اس ابلیسی نظام کے علمبردار کیوں کر بن گئے۔ یہودیوں کے ابلیس کا ایجنٹ بننے کی وجہ تکبر ہے، وہ اپنے آپ کو Chosen People سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ پوری انسانیت پر حکومت کرنے کا انہیں پورا حق حاصل ہے کیونکہ ہم افضل و برتر ہیں۔ وہ اسلام سے شدید حسد رکھتے ہیں کہ آپ کی بعثت کے بعد ان سے ان کا وہ منصب چھن گیا جس کے وہ دو ہزار سال سے امین تھے، یعنی رسول ان کے اندر آتے تھے، کتابیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتے تھے وہ اس تکبر اور حسد کی وجہ سے ابلیس کے ایجنٹ بن چکے ہیں۔ لیکن عیسائی ورلڈ کو کیا ہوا؟ اس کا جواب اس سورۂ مبارکہ کے پہلے حصے میں ہے۔ یہ جو انہوں نے ابنیت مسیحؑ کا عقیدہ نکالا، اور دین توحید کو بدترین مشرکانہ دین بنا دیا۔ اسی بدترین شرک کے نتائج ہیں جو دجالی تہذیب کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ انتہائی بدترین شرک ہے کیونکہ اللہ نے انسان کی فطرت میں توحید رکھی ہے۔ قرآن پاک میں بار بار مشرکین کو چیلنج کیا گیا ہے کہ جب سمندر میں طوفان کے وقت زندگی کے لالے پڑے ہوتے ہیں تو وہ اپنے ان جھوٹے معبودوں کو پکارتے ہیں یا صرف ایک وحدہٗ لاشریک اللہ کو پکارتے ہیں۔ یہ فطرت کی گواہی ہے کہ مشکل وقت میں صرف اللہ یاد آتا ہے۔ ہاں

دجالی تہذیب کے انسانی سوچ اور عمل پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ چنانچہ آج انسانوں کی بہت بڑی اکثریت مادہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہو چکی ہے جو کہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

جب مشکل ٹل جاتی ہے تو وہ پہلے والی روش دوبارہ اختیار کر لیتے ہیں اور یہی ساری خرابی کی اصل جڑ ہے کہ اللہ کو مان کر پھر تمہاری عقل کہاں ماری جاتی ہے۔ یہ تثلیث کا عقیدہ ایک انتہائی خلاف فطرت اور خلاف عقل عقیدہ ہے اور رہبانیت کا طریقہ جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ بھی خلاف عقل و فطرت ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں پاپائیت وجود میں آئی ہے۔ پاپائیت کے نظام میں بنی نوع انسان پر جو بدترین مذہبی جبر اور استحصال ہوا ہے۔ اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ پوپ کے پاس اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس کو چاہے حلال کرے اور جسے چاہے حرام کرے۔ بقول اکبر الہ آبادی ۔

زبان پوپ کو نقارۂ خدا سمجھو

اسی پاپائیت کے نظام نے علمی اور سائنسی ترقی کے راستوں کو روکے رکھا۔ اور ایک وقت وہ بھی تھا جب یورپ علمی، سائنسی، تحقیقی اور تہذیبی و تمدنی اعتبار سے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تھا اور مسلمان اس لحاظ سے عروج پر تھے۔ یورپ سے لوگ غرناطہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں علم حاصل کرنے آتے تھے۔ جس کے نتیجے میں وہاں پاپائیت کے نظام کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی پھر ان لوگوں نے مذہب کے نام پر جبر اور استحصال کی زنجیروں سے آزادی حاصل کی کیونکہ ان کا مذہب ہی اس علمی و سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ نتیجتاً مذہب اور مذہب سے متعلق تمام تصورات سے نفرت اس جدید تہذیب کے خمیر میں شامل ہے اسی لئے یورپ میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر جو نیا نظام بنا وہ اللہ سے بغاوت پر مبنی تھا، یہ ابلیسی نظام تھا جسے یورپ اور امریکہ نے اختیار کیا اور اس طرح عیسائی ورلڈ بھی ابلیس اور یہود کی آلۂ کار بن گئی۔ سورۂ کہف کی چھٹی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

"(اے نبیؐ) آپ تو شاید ان کافروں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے اس غم سے کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔"

اس آیت کا مولانا مناظر احسن گیلانی نے پچھلی آیت کے ساتھ ربط قائم کرتے ہوئے اور "علی اثارہم" کا حق ادا کرتے ہوئے یوں ترجمہ کیا ہے کہ انہوں نے جو مسیح کو اللہ کا بیٹا بنایا ہے اور وہ ایمان نہیں لاتے تو کیا اے نبیؐ آپ اس عقیدے کے جو خوفناک اثرات اور نتائج و عواقب ظاہر ہونے ہیں ان کے بارے میں غور و فکر اور اس کے حزن و رنج میں اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔ بہر حال ابنیت مسیح کے عقیدے کے نتائج انتہائی خوفناک ہیں۔ اور دجالی تہذیب کا ظہور اسی کی ایک خوفناک شکل ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا:

"جو کچھ زمین پر موجود ہے اسے ہم نے اس کی زینت بنا دیا ہے تاکہ آزمائیں کہ ان میں سے کوئی اچھے عمل کرتا ہے۔ نیز جو کچھ اس زمین پر ہے ہم اسے چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں"۔

یعنی آج جو دجالی تہذیب نے سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں دنیا کی آسائشیں اور آسانیاں حاصل کیں ہیں وہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھیں، زیب و زینت کے نت نئے انداز اور میڈیا نے اس دنیا کی زندگی کو انتہائی پُر کشش بنا دیا اور یہی دراصل اہل ایمان کا امتحان ہے کہ کون مادیت پر یقین رکھتا ہے اور کون اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتا ہے۔

اس دجالی تہذیب کے انسانی سوچ اور عمل پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ چنانچہ آج انسانوں کی بہت بڑی اکثریت مادہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہو چکی ہے جو کہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس مادہ پرستانہ سوچ اور طرزِ عمل کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان تمام اعلیٰ انسانی قدروں کو بھلا کر خود غرضی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا بھروسہ اور ایمان اللہ پر نہیں بلکہ مادی

وسائل و اسباب پر ہو جاتا ہے۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بھی اسی ذہنیت کا عکاس اور خودغرضانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔ کاش ہم یہ نعرہ لگانے سے پہلے سوچ لیتے کہ وطنیت کے اس بت کی پرستش کا انجام کیا ہوگا؟ مسلمان جس کے لئے سب سے پہلے اللہ، اس کا رسولؐ اور دین اسلام ہوتا ہے اگر خودغرضی میں مبتلا ہوگیا تو پھر سب سے پہلے صوبہ یا قوم ہی نہیں بلکہ ہر فرد سب سے پہلے ''میں'' کی شیطانی فکر کا اسیر ہو جائے گا اور یہ دنیا انسانی درندوں کا جنگل بن جائے گی۔ افسوس کہ آج نہ صرف پاکستانی عوام کی بڑی اکثریت اس سوچ کی حامل ہے بلکہ پورے عالم اسلام پر بھی مادہ پرستانہ سوچ مسلط ہے۔ آنحضورﷺ نے ہمیں خبردار کیا تھا کہ دجال کے ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے میں آگ ہوگی۔ جو اس کے پانی کو قبول کرے گا وہ دراصل آگ میں داخل ہوگا اور جو اس کی آگ کو ترجیح دے گا' یعنی اس کے مطالبات کے مقابلے میں چٹان بن کر کھڑا ہوگا وہ دراصل اللہ کی رحمت کا مستحق بنے گا اور وہ آگ اس کے لئے پانی بن جائے گی۔ اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کا نتیجہ ہے کہ نائن الیون کے بعد جن چیزوں کو بچانے کے لئے ہم نے دجالی تہذیب کے نمائندوں کی عارضی جنت قبول کرنے کا فیصلہ کیا تھا اب اس کا جہنم ہونا ثابت ہورہا ہے اور وہ سب چیزیں ہمارے ہاتھوں سے نکل رہی ہیں۔ اب تو سیکولر دانشوروں نے بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم خواہ کچھ کرلیں ابلیسی تہذیب کے رکھوالے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ان اجتماعی جرائم کی سزا ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ لیکن ہم ایسے نازک ترین لمحات میں بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے قوم کو انڈین کرکٹ ٹیم کے تھرل میں مست کر دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان حالات میں رب کائنات کی مدد کا حصول ہی ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ ہے! اپنے رب کو راضی کرنے اور اس کے سایۂ رحمت میں آنے کی خاطر ہمیں اپنے سابقہ گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم ہر اس چیز کو چھوڑ دیں گے جس سے اللہ اور اس کے رسولﷺ نے منع فرمایا ہے اور آئندہ ہم سود اور جوئے کی ہر شکل سے مکمل اجتناب کریں گے اور حلال روزی پر اکتفا کریں گے۔ مغربی طرزِ معاشرت کو چھوڑ کر رسول آخر الزماںﷺ کے اسوہ اور سنت کو اپنی زندگی میں رائج کریں گے۔ نیز ہم خود بھی اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور ملک خداداد پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے بھی سردھڑ کی بازی لگائیں گے۔ اس لئے کہ رب کی رحمت و نصرت حاصل کرنے کا یہی یقینی طریقہ ہے۔ ❁

PRESS RELEASE

پریس ریلیز

خطاب جمعہ

اللہ کی ذات پر توکل اور بھروسہ نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے اللہ کے باغیوں کے ساتھ مل کر اللہ کے وفاداروں کو کچل رہے ہیں۔ تاہم گمان غالب یہ ہے کہ صدر مشرف یا پاکستانی افواج اپنے دل پر جبر کرکے یہ کارروائی کررہے ہیں' کیونکہ کوئی مسلمان خوشی سے اپنے بھائیوں کے ساتھ یہ سب کچھ کرنا نہیں چاہے گا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کی جائے جن کے باعث ہم ایسا کرنے پر مجبور ہوئے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری اس کمزوری کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ کو فاعل حقیقی سمجھنے کے بجائے ہمارے دل و دماغ پر مادہ پرستانہ سوچ مسلط ہوچکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بظاہر آج امریکی عفریت کا مقابلہ کرنا آسان نظر نہیں آتا لیکن دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ خود سب سے بڑا مقروض ملک ہے اور اس کی رگ و جاں یہودی ساہوکاروں کے ہاتھ میں ہے جو اپنے سرمائے اور سائنسی ترقی کی چمک دمک سے انسانوں کو اللہ کی بجائے مادہ پرستی کی طرف مائل کرکے حیوان بنا دینا چاہتے ہیں۔ دراصل موجودہ تہذیب کی یہ چمک دمک ایک دھوکہ اور دجل ہے۔ جس نے اس بے خدا عالمی تہذیب کو دجالی تہذیب بنا دیا ہے۔ اس دجالیت سے نکلنے کا قرآن نے یہ راستہ بتایا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی وقفہ ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے اور اللہ نے انسان کو امتحان کی غرض سے آخرت کی تیاری کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ لہٰذا آخرت کو پیش نظر رکھا جائے اور اس دنیا کی چمک دمک سے متاثر نہ ہوا جائے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ یہ کہنا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر کی قربانی دے کر ہم بحران سے نکل آئے ہیں' احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے کیونکہ امریکہ کے عزائم بہت خوفناک ہے اور وہ اس معاملے کو آخری انجام تک پہنچانے کے درپے ہے۔ ان حالات میں کسی ایک فرد کو نہیں بلکہ پوری قوم کو اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا تاکہ اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوسکے۔ اگر ہم نے اپنا رخ اللہ کی طرف نہ موڑا تو ہمیں اللہ کی طرف سے عذاب کے طور پر مزید صدمات سہنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔

PRESS RELEASE

پریس ریلیز

قرآنی آیات کو دوبارہ شاملِ نصاب کیا جائے

تعلیمی نصاب سے قرآنی آیات کو خارج کرنے کا حکومتی فیصلہ نہایت قابل مذمت ہے۔ اس مسئلے کی سنگینی پر توجہ دلانے کے لئے اپوزیشن کا واک آؤٹ بروقت اور صحیح اقدام تھا۔ تاہم اپوزیشن کو اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ جب تک حکومت اپنے فیصلے سے رجوع نہیں کرتی اور قرآنی آیت کو دوبارہ نصاب کا حصہ بنانے کے فیصلے کا اعلان نہیں کرتی' اپنے احتجاج کو جاری رکھنا چاہئے۔ اگرچہ حکومتی حلقے اس الزام کی تردید کررہے ہیں کہ نصاب میں تبدیلی کا یہ مذموم فیصلہ امریکی دباؤ پر نہیں کیا گیا تھا لیکن سب جانتے ہیں کہ قرآنی آیات کو نصاب تعلیم سے خارج کروانا دراصل امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ اس لئے کہ آیات قرآنی کے ذریعے مسلمانوں کے جذبۂ ایمان اور جذبۂ جہاد کو تقویت ملتی ہے جس سے یہود و نصاریٰ کے گٹھ جوڑ پر مبنی موجودہ عالمی ابلیسی نظام سخت خائف ہے۔

تنظیم اسلامی حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسلام کے خلاف ان عالمی سازشوں کو پہچانتے ہوئے اس مذموم فیصلے سے جلد از جلد رجوع کرے۔ مبادا حالات اس کی گرفت سے باہر ہو جائیں۔

مغرب سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

The Sun is Rising in the West

تالیف: محترمہ مظفر حلیم

ترجمہ: غازی محمد اسحاق

✿ زیر نظر کتاب محترمہ مظفر حلیم کی تالیف کا اردو ترجمہ ہے' جس میں ایسے نومسلم امریکیوں کے قبول اسلام کے چشم دید اور چشم کشا احوال بیان کئے گئے ہیں' جن کے ساتھ مؤلفہ کا کسی نہ کسی حوالے سے ذاتی تعلق رہا۔ کم وبیش یہ تمام افراد کسی خارجی عنصر کی ترغیب وتحریک یا وعظ ونصیحت کے نتیجے ہی میں مسلمان نہیں ہوئے' بلکہ توحید کی طرف ان کے سفر کا باعث ایسے سوالات تھے' جنہوں نے انہیں اندر ہی اندر مضطرب کر رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے ہر سوال کا حتمی اور اطمینان بخش جواب حاصل کرنے کے بعد کلمۂ شہادت ادا کرنے میں تامل نہیں کیا۔

اہلِ مغرب کے ذہنوں میں کچھ ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ زندگی کا مقصد ومنشا کیا ہے؟ مجھے کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ خالق ومخلوق کے درمیان کیا رشتہ ہے؟ روزِ جزا کے بعد ابدی زندگی کا ادراک کیونکر ممکن ہے؟ یہ چند ایسے سوال ہیں' جنہوں نے ابتدائے آفرینش ہی سے انسان کو اپنی طرف متوجہ کئے رکھا ہے۔

تلاشِ حقیقت کسی بھی صاحب فکر ونظر کو سکون و اطمینان سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ اس کے لئے وہ کبھی تو طبعی علوم میں غوطہ زنی کرتا ہے اور کبھی مابعد الطبیعیات کا سہارا لے کر کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں باطنی طور پر انسان ہمہ وقت تلاش وجستجو اور شکست وریخت کا شکار رہتا ہے۔ انسان کے اندر برپا شور' اضطراب' بے قراری اور عدم اطمینان کی یہ کیفیت اسے اندر ہی اندر کھائے جاتی ہے اور فکری محاذ پر ہردم متحرک اور سرگرداں رکھتی ہے۔ امریکی یونیورسٹیوں میں کی گئی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق امریکہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے **50** فیصد افراد ایسے ہوتے ہیں جنہیں کوئی روحانی تجربہ یا قلبی واردات دینِ حق کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ یہ امر اس حدیث مبارکہ کا عین مصداق ہے جس کی رو سے ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید وہ کلامِ الٰہی ہے جو ہر دور میں صاحب فہم اور اہل دانش وحکمت کے لئے حق وسچائی اور روحانیت کا منبع رہا ہے' نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم مفکرین اور اہل دانش کے لئے بھی۔

اس کتاب کے مطالعے سے ہمیں ان مشکلات سے بھی آگاہی ہوتی ہے جو کسی شخص کو اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر جھیلنی پڑتی ہیں۔ اپنے اردگرد نظر دوڑانے پر آپ کو یقیناً کوئی نہ کوئی ایسا مسلمان مل جائے گا جس نے کسی خوشی یا غمی کے موقع پر اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے محض مسلک سے انحراف کی جرات کی ہوگی اور اس کے نتیجے میں اسے اپنے اعزہ واقربا کی جانب سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اگر محض مسلکی اور خاندانی رسوم و روایات سے روگردانی کی سزا طنز وملامت' طعن وتشنیع بلکہ بعض اوقات قطع تعلق اور معاشرتی بائیکاٹ پر تنہا کر دینے کی صورت میں مل سکتی ہے تو اپنے اسلاف کا عقیدہ یکسر ترک کر دینے پر کیا کیا آزمائشیں انسان کا امتحان نہ لیتی ہوں گی۔

امریکی صدر رچرڈ نکسن کے مشیر برائے خارجہ پالیسی ڈاکٹر فاروق عبدالحق نے زیر نظر کتاب کا پورا مسودہ مطالعہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات قلم بند کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''دنیا بھر میں اسلام سب سے زیادہ امریکہ میں پھیل رہا ہے۔ کیوں؟ شاید اس کا جواب ذاتی تجربات پر منتج ہوتا ہو' لیکن میرا اپنا تجربہ منفرد ہے۔ ممکن ہے' بعض لوگ مختلف حالات سے متاثر ہوئے ہوں اور ان کا قبولِ اسلام کا تجربہ ان کے ذاتی حالات کا نتیجہ ہوں۔ لیکن میرا تجربہ مختلف ہے۔ لوگ اکثر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں کیوں مسلمان ہوا؟ میرا جواب یہ ہوتا ہے کہ میں اب تو مسلمان نہیں ہوا' بلکہ میں تو ہمیشہ ہی سے اپنے خیالات کی وجہ سے مسلمان تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد میری سوچ میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ ہاں جب سے میں نے کلمۂ شہادت پڑھا ہے اور مسلم برادری میں باقاعدہ شامل ہوا ہوں تو اس میں یقین پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ گہرائی آ گئی ہے۔ بہتر سوال تو یہ ہو سکتا ہے کہ ''میں مسلمان کیوں ہوں؟'' اس کا جواب میں یہ دے سکتا ہوں کہ ''میں اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہوں۔'' لیکن اگر ذاتی طور پر مجھ سے پوچھا جائے تو صحیح سوال یہ ہونا چاہئے کہ ''اللہ نے مجھے اسلام کی طرف کیوں راغب کیا؟'' تو اس کا جواب نہ میں دے سکتا ہوں اور نہ کوئی اور۔ ہاں روزِ محشر اس کا بھید ظاہر ہو جائے گا۔ یہ وہ دن ہے جس سے میں بہت ڈرتا ہوں اور جس سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد وعورت کو صراطِ مستقیم پر زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں بسر کریں تو ہمیں اپنے مسلمان ہونے کا مقصد بآسانی سمجھ میں آ جائے۔''

کتاب کی مولفہ محترمہ مظفر حلیم امریکہ میں مقیم ایک سنجیدہ اور فکرمند پاکستانی خاتون ہیں۔ انہوں نے **1955**ء میں جامعہ کراچی سے گریجوایشن کیا۔ **1964**ء میں ان کے شوہر کو' جو کہ پاکستان کونسل آفِ سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (پی سی ایس آئی آر) میں مشیرِ قانون تھے' ایک تربیتی کورس پر انگلستان بھیجا گیا۔ مولفہ کے لئے مغربی دنیا کو قریب سے دیکھنے کا پہلا موقع تھا۔ مقامی لوگوں کی سردمہری اور ان کے غیر دوستانہ طرزِ عمل کے باوجود وہ چند انگریز خواتین کے ساتھ رسم وراہ کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اسلام کے بارے میں کچھ بھی نہ جاننے والوں کی ساتھ جب عقیدۂ توحید کے موضوع پر گفتگو ہوئی تو بہت سے ذہنوں کے جالے صاف ہوئے۔ **1980**ء میں یہ خاندان امریکہ نقل مکانی کر گیا۔ اس کے بارے میں مولفہ کا کہنا ہے: ''اس نقل مکانی میں مشیتِ الٰہی کا یقیناً کوئی بڑا اور عظیم مقصد ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ تبلیغ اسلام اور اشاعتِ دین کے ضمن میں مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ بلاشبہ فروغ اسلام کے حوالے سے کام کرنے کے لئے آج امریکہ میں سازگار ماحول ہے۔''

مؤلفہ کی خواہش پر ان کی انگریزی کتاب کو اردو میں شائع کرنے کا بیڑا ''صفہ پبلشرز'' نے اٹھایا۔ غازی محمد اسحاق صاحب نے پوری توجہ' محنت اور اخلاص سے اردو میں سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا۔ ان کے قابل فرزند غازی محمد وقاص صاحب نے ویسی ہی توجہ' محنت اور اخلاص سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ اشاعتِ خاص کی قیمت **150** روپے اور اشاعتِ عام کی قیمت **100** روپے مقرر کی۔ لاہور میں ہر بڑے بک سیلر کے ہاں سے دستیاب ہے۔ ڈاک سے منگوانے کے لئے ناشر کا پتہ یہ ہے: صفہ پبلشرز' 19۔ اے ایبٹ روڈ' لاہور

(تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بھورا جن

ایوب بیگ مرزا

اگر راقم ایک مصور ہوتا تو کینوس پر کچھ اس طرح کی تصویر کشی کی کوشش کرتا کہ ایک کرسی جس پر پاکستان لکھا ہے' اس پر ایک باوردی شخص براجمان ہے اور دوسرے ایک بہت بڑے اور خوفناک بھورے رنگ کے جن نے اس باوردی شخص پر پستول تانا ہوا ہے' لیکن اس کے دوسرے ہاتھ میں انتہائی خوبصورت کاغذ کے پھولوں کا گلدستہ ہے جو خوفناک جن (امریکہ) اس باوردی شخص کو پیش کر رہا ہوتا ہے۔ جن اپنے قبیح اور منحوس چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ میں دل آویزی پیدا کرنے کی زبردست کوشش کر رہا ہے۔ آس پاس بہت سے بریف کیس بکھرے پڑے ہیں کسی پر لکھا ہے 'US Aid' اور دو ہاتھوں کے ملائے جانے یعنی مصافحہ کا نقش بنا ہوا ہے' کسی پر ری شیڈولنگ لکھا ہوا ہے' کسی پر فوجی اتحادی لکھا ہے اور کسی پر دہشت گردی کے خلاف جنگ ثبت ہے۔ اس بدصورت بھورے جن کی ساری توجہ اس باوردی شخص پر ہے۔ اگر یہ شخص معمولی سی جنبش محض پہلو بدلنے کے لئے بھی کرے تو جن کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی شکل کو مزید بگاڑ کر چنگھاڑنے لگتا ہے۔ پستول کی نالی باوردی شخص کے جسم کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ اپنی انگلی سے ٹریگر دبانے کی دھمکی دیتا ہے اور اگر وہ شخص بالکل غیر متحرک ہو کر اور چپ سادھ کر بیٹھا رہے یہاں تک کہ کوشش کرے کہ سانس کا آنا جانا بھی اس کے جسم میں زیادہ حرکت پیدا نہ کرے تو پھر جن گلدستہ والے ہاتھ سے اسے تھپکی دیتا ہے۔ اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے مراعات والے بریف کیس اس شخص کی طرف دھکیلتا ہے اور خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور اپنی بولی میں اس باوردی شخص کی بلائیں لیتا ہے۔

اس شخص سے دور' بہت دور ایک بہت بڑا ہجوم ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کا شمار بہت مشکل ہے بہر حال چودہ کروڑ سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ چودہ کروڑ سر جھکائے کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں' لیکن کبھی کبھی سر اٹھا کر اس کرسی پر براجمان یرغمالی شخص کی طرف دیکھ کر چیخ و پکار کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک جو بڑے جوشیلے ہیں' زوردار انداز میں واویلا بھی کرتے ہیں' ہائے ہائے کی آوازیں بھی لگاتے ہیں لیکن کرسی پر بیٹھا یرغمالی اُن سے اتنی دور کھڑا ہے کہ اسے کچھ سنائی نہیں دیتا اور بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ سننا چاہتا بھی نہیں۔ چودہ کروڑ کا یہ ہجوم کچھ دیر شور و غوغا کر کے پھر خاموشی سے سر جھکا کر اپنے کام میں مگن ہو جاتا ہے۔ اس پر کرسی کا یرغمالی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ ہجوم کی طرف دیکھ کر بازو لہراتا ہے لیکن اس حالت میں بھی نہ انہیں اپنے قریب پھٹکنے دیتا ہے' نہ خود ان کے قریب جاتا ہے۔ ہجوم بعض اوقات جن کو بھی گالیاں دیتا ہے' جن ان کی

> نائن الیون کے بعد دہشت گردی کی اس مبینہ مہم میں امریکہ کا اتحادی بن کر ہم نے نہ صرف اپنی غیرت وحمیت کا جنازہ نکالا ہے بلکہ اپنی آزادی وخود مختاری سے بھی دستکش ہو گئے ہیں

گالیوں سے بدمزا نہیں ہوتا' بلکہ اپنی توجہ اپنے یرغمالی پر مرکوز رکھتا ہے۔ اور بار بار اسے یاد دلاتا ہے کہ اس ہجوم کو کبھی اپنے قریب نہ پھٹکنے دینا' تمہاری زندگی کو بہت خطرہ ہے۔ مجھ پر اعتماد کرو' میں تمہاری اچھی طرح حفاظت کروں گا۔ اور میرے سائے میں تمہیں ہجوم کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بھورا جن کبھی کبھی ہجوم میں سے کسی ایک شخص کو اپنی طرف بلا لیتا ہے' بلائے جانے والے اگرچہ ہجوم میں چھپ چھپ کر جن کو گالیاں دے رہا ہوتا ہے لیکن بلائے جانے پر خوشی خوشی بھاگا ہوا جاتا ہے۔ جن کے قریب پہنچ کر خوشی اور جذبات سے اس کے منہ سے بات نہیں نکلتی ہے' دم پھول جاتا ہے جن اُس سے کانا پھوسی کرتا ہے۔ کرسی پر بیٹھنے والے باوردی شخص کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے جس پر جن اسے تسلی دیتا ہے اور ہجوم میں سے بلائے ہوئے شخص کو واپس بھیج دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اس وقت انتہائی خوفناک صورت حال سے دوچار ہے' اگرچہ سیاسی عدم استحکام' بھڑکتا اور بھاری بوٹوں کی ٹھوکریں کھاتا ہوا آئین' معاشی بدحالی' بند پڑی ہوئی صنعتیں اور سرمایہ کار کا ملک سے فرار' مذہبی فرقہ واریت' لسانی اور صوبائی عصبیتیں' بدعنوان افسر شاہی اور ڈیم تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے دم توڑتی زراعت نے پاکستان کی تصویر کو کینوس پر پہلے ہی انتہائی بدنما اور بدصورت بنا رکھا تھا لیکن نائن الیون کے بعد دہشت گردی کی یہ مبینہ مہم میں امریکہ کا اتحادی بن کر ہم نے نہ صرف اپنی غیرت وحمیت کا جنازہ نکالا ہے بلکہ اپنی آزادی اور خود مختاری سے بھی دستکش ہو گئے ہیں۔ جس طرح انسان پہلے ایک جھوٹ بولتا ہے پھر اس جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کو مسلسل جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اسی طرح نائن الیون کے حادثے کے بعد ایک غلط فیصلہ بعد ازاں ہمیں کئی غلط فیصلوں پر مجبور کر رہا ہے یا اس بات کو یوں کہہ لیں کہ نائن الیون کے بعد دھمکی آمیز فون کال نے ہمیں ایک دوراہے پر کھڑا کر دیا تھا۔ ایک تھا حق کا ساتھ دینے کا راستہ جو ظاہری طور پر انتہائی پرخطر اور خاردار تھا۔ یہ ایک جنگل میں بنی ہوئی پگڈنڈی تھی اس جنگل میں خونخوار درندے غول در غول مٹرگشت کر رہے تھے لیکن اس کے دوسرے سرے پر ایک روشنی تھی۔ یہ روشنی تھی تو بہت دور اور سر کی آنکھوں سے نظر بھی نہیں آتی تھی بلکہ اسے دیکھنے کے لئے قلبی بصارت درکار تھی لیکن یہ ایک اٹل حقیقت تھی' ایمان اور خلوص اس روشنی کے لئے روغن کا کام کر رہے تھے اور دوسرا راستہ مصنوعی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ دور سے دیکھنے پر آسائش اور آسودگی سے اٹا ہوا نظر آتا تھا لیکن اس پر چلنا پڑا مگر سر جھکا کر گردن میں ایسا قلادہ پہن کر جس پر تحریر تو دوست اور اتحادی کے الفاظ لیکن اس قلادے نے گردن کو کچھ اس طرح جکڑ دیا کہ اب وہ نفی میں حرکت ہی نہیں کر سکتی۔ کہی گئی آقا کی باتوں پر اب صرف صاد کیا جا سکتا ہے۔ اس راستے پر جتنے قدم اٹھیں گے منزل سے دور ہوتے چلے جائیں گے' کیونکہ نائن الیون کے بعد رات کی تاریکی میں سنی جانے والی کال نے ہماری منزل کی طرف ہماری پشت کر دی ہے۔ تانگے میں جتے ہوئے گھوڑے کی طرح جب ہم کھڑے ہو جاتے ہیں یا سست روی دکھاتے ہیں تو کوچوان ہماری پشت پر چابک مارتا ہے۔ ہم

پھر بادل نخواستہ کو چوان کی مرضی کے مطابق اپنی چال ڈھال بنالیتے ہیں۔

وانا آپریشن کیا ہے ہمیں بتایا گیا تھا کہ جنوبی وزیرستان اور فلاں فلاں جگہ کو افغانستان کی جنگ آزادی لڑنے والوں کے لئے بطور پناہ گاہ استعمال کیا جارہا ہے۔ آپ ان پناہ گزینوں کا صفایا کردیں وگرنہ ہم آپ کے اس علاقے پر بمباری کریں گے' یہی بات تھی جو ایک تقریب میں جنرل مشرف کے منہ سے نکل گئی تھی یا انہوں نے دانستہ طور پر کہی تھی کہ ہمارے علاقے پر بمباری ہوسکتی ہے۔ دہشت گردی کی مہم میں امریکہ کا اتحادی ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے پاس کیا چوائس تھی۔ امریکہ کو اپنے علاقے پر بمباری کی اجازت دے اور خاموش تماشائی بنا رہے۔ یا پھر خود امریکی خواہش کے مطابق وہاں پناہ لئے ہوئے افغانستان کی آزادی لڑنے والے مجاہدوں کا صفایا کر دے۔ پہلا فیصلہ غلط کردینے کے بعد اب ہمارے پاس کوئی چوائس نہیں۔ وہ بھوراجن جو ہم نے پہلے روز خود پر مسلط کر لیا تھا' اب ہم اس سے نجات حاصل کریں' اس کا ایک اور صرف ایک طریقہ تھا۔ وہ یہ کہ چودہ کروڑ انسان ہجوم کی بجائے جماعت کی صورت اختیار کرلیں۔ عدل وقسط کا وہ نظام قائم کریں جو خالق کائنات نے اشرف المخلوقات کے لئے منتخب کیا۔ ساری قوم ایک امیر کی اطاعت کرے اور وہ امیر شریعتِ محمدی کا پابند ہو۔ وہ اپنے ہر عمل اور ہر قول کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھے اور جب تک عدل وقسط کا یہ نظام قائم نہ ہوسکے' اس ہجوم میں سے ایک جماعت کا قیام لازم ہے کہ وہ اس نظام کے قیام کے لئے کوشاں ہو اور اس جماعت کے امیر سے کارکنان کی سمع وطاعت کی بیعت ہو تاکہ اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم کیا جاسکے۔ یاد رہے مسلمانوں کے ملک میں اگر اسلامی نظام قائم نہیں تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کے قیام کے لئے جہاد کریں۔ اس جہاد سے کسی مسلمان کو بھی استثناء حاصل نہیں ورنہ بھوراجن پستول تانے رکھے گا اور ہم اس کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔

تین اعمال

حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا گیا کہ کس عمل نے آپ کو خلیل اللہ بنایا۔ فرمایا تین اعمال نے:

☆مقدم رکھا میں نے اللہ کے امر کو غیر اللہ کے امر پر۔

☆نہیں کیا اہتمام اس چیز کا جس کا ضامن ہوا اللہ میرے واسطے (یعنی رزق کا)۔

☆نہیں کھایا میں نے طعام صبح وشام مگر ساتھ مہمان کے۔

منتخب تحریکی نظم

انتخاب: قاضی عبدالقادر

تخلیق: نعیم صدیقی

..... مگر یہ سوچ تو لو!

تمہارے تن کو لباسِ حریر مل نہ سکا
اٹھارہ سال یونہی حسرتوں میں بیت گئے!
تمہارے واسطے ساٹن کا سوٹ سل نہ سکا
بساطِ زر پہ کئی لوگ کھیل جیت گئے!

گلہ کرو نہ کرو ———

یہ صبر و ضبط محبت بھرا تکلف ہے!
مری نظر میں تم اک شکوۂ مجسم ہو!
نہ کوئی "آہ" نہ "وائے" نہ "حیف" نے "اُف" ہے!
تم اپنے ذوق کا ایک مرثیہ ہو' ماتم ہو!

تمہارے چہرۂ تاباں سے صاف پڑھتا ہوں
تمہارے دل کی چھپی حسرتوں کی تحریریں!
تمہارے صفحۂ سیرت پہ دیکھ سکتا ہوں
تبسموں کے فریموں میں غم کی تصویریں!

پڑوسنوں کے تمہیں ٹھاٹھ چھیڑ جاتے ہیں!
سہیلیوں کے تمہیں چٹکلے ستاتے ہیں!
تمہارے دل میں جو اٹھتی ہیں رشک کی لہریں
تو کتنے ذوق ہیں جو پیچ و تاب کھاتے ہیں!

یہ ساریاں! یہ غرارے! یہ سینڈلیں! یہ نقاب!
یہ انگیائیاں! یہ موباف! اور یہ بنیانیں
یہ خوشبوؤں کے بگولے! یہ پوڈروں کے سراب!
کہاں سے آتے ہیں؟ کس مول؟ آپ کیا جانیں!

یہ ٹھاٹھ باٹھ امارت کے' کبریائی کے!
یہ رشوتیں ہیں جو رقصاں ہیں قصر و ایوان میں!
گرہ کٹوں کی عفونت بھری کمائی کے!
مظاہرے ہیں جو پوری طرح سے عریاں ہیں

اگر میں چاہوں تو ظلم وستم کی منڈی سے!
ضمیر بیچ کے دولت کما کے لے آؤں!
میں کاٹ کاٹ کے افلاس وصف کی جیبیں
تمہارے واسطے سکے اڑا کے لے آؤں!
حریم سادہ دلی میں نقب زنی کر کے
ہزار عیش کے ساماں چرا کے لے آؤں!
دماغ پاس ہے! اس کو کرائے پر دے کر
میں ایک جنت راحت سجا کے لے آؤں
اگر میں چاہوں تو ہر جنبشِ قلم کے طفیل
طلاوسیم کی نہریں بہا کے لے آؤں!

مگر یہ سوچ تو لو ———

مرے ضمیر کی جب روح کر گئی پرواز
تو ایک نعش کو بن ٹھن کر کیا دکھاؤں گی؟
مری خودی جو گنوا دے حیات کے انداز
تو کیسے پیکر خاکی سے دل لگاؤ گی؟
تم اک ذلیل سے سوداگرِ ہوس کے لئے
پھر احترام کا جذبہ کہاں سے لاؤ گی؟
وہ حق فروش جو گر جائے اپنی آنکھوں سے
تم اپنی آنکھوں پہ کیسے اسے بٹھاؤ گی؟

مشاہیر جنگ آزادی' فرداً فرداً

مولوی محمد جعفر تھانیسری

سید قاسم محمود

مولوی محمد جعفر تھانیسری سید احمد شہید کی تحریک کے خاص رکن تھے انہوں نے تحریک مجاہدین کے سلسلے میں جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔ معرکہ امبیلا کے بعد **1864**ء میں بغاوت اور سازش کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا' جائیداد ضبط اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی' مگر انہوں نے فرنگی استبداد کے خلاف استقامت کا مظاہرہ کیا اور ابتلا و آزمائش میں پورے اترے۔

ابتدائی حالات

مولوی محمد جعفر تھانیسر (ضلع انبالہ) کے باشندے تھے۔ والد کا نام میاں جیون تھا۔ آرائیں قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔ تقریباً **1832**ء میں پیدا ہوئے' ابتدائی عمر میں تعلیم کی طرف توجہ نہیں ہوئی' جلد ہی والد کا انتقال ہو گیا۔

تعلیم

محمد جعفر نہایت ذہین و ذکی تھے۔ جب تعلیم کی طرف میلان ہوا تو نہایت ذوق و شوق اور کوشش و سعی کا مظاہرہ کیا۔ مولوی جعفر کی تعلیم کے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں' مگر اندازہ ہے کہ مروجہ فارسی تعلیم سے جلدی فراغ حاصل کر لیا ہو گا۔ ممکن ہے کہ عربی کی ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی ہو' عام طور پر ہم عصر لوگوں نے ان کو منشی محمد جعفر لکھا ہے۔ اس سے خیال ہوا کہ عربی تعلیم کچھ زیادہ نہیں ہوئی ہو گی۔

مولوی جعفر کی تعلیم اس نہج پر ہوئی کہ خواص ادویہ سے بھی مناسبت ہو گئی چنانچہ جب بعد میں انبالہ جیل میں بیمار ہوئے اور انگریزی دواؤں سے فائدہ نہ ہوا تو ڈاکٹر کے کہنے سے اپنے لئے مربہ سیب' مربہ بہی' شربت انار' شربت بنفشہ و نیلوفر اور ورق نقرہ وغیرہ عمدہ عمدہ مزیدار و مفرح دوائیاں تجویز کیں ان دواؤں سے خاطر خواہ فائدہ ہوا۔

مولوی محمد جعفر کو قرآن و حدیث سے خاص شغف تھا۔ تین سیپارے حفظ یاد تھے۔ حدیثیں تو سینکڑوں یاد تھیں' تہجد کی نماز کے بچپن سے عادی تھے۔ بچپن سے نماز تہجد کے عادی ہونے میں ان کے والدین کی مذہبی زندگی کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ مولوی محمد جعفر کی والدہ نہایت راسخ العقیدہ خاتون اور سنت کی پابند تھیں۔ جس زمانے (**1864**ء) میں مولوی صاحب قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہے تھے' ان بزرگ خاتون کو سانپ نے کاٹ کھایا' لوگوں نے سانپ کے علاج کے لئے مشرکانہ رسوم تجویز کیں تو انہوں نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا: "میرے گھر سے شرک و بدعت مدت سے اٹھ گیا ہے اب میں اپنے بیٹے کی غیر حاضری میں اپنے گھر میں شرک نہ ہونے دوں گی۔ ایسی بے ایمانی کی حیات سے موت افضل ہے"۔

مئی **1864**ء میں اس دین دار خاتون کا انتقال ہو گیا۔

عرائض نویسی

مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولوی محمد جعفر نے **1856**ء میں مقامی عدالتوں میں عرائض نویسی شروع کر دی اور تھوڑی ہی مدت میں قانون دانی میں ایسا کمال حاصل کر لیا کہ تمام عرائض نویس اور وکلاء عدالتی قوانین اور ضوابط کے متعلق ان سے مشورے لینے لگے۔ یہاں تک کہ مولوی محمد جعفر کی دور دور شہرت ہو گئی اور قرب و جوار کے بعض زمینداروں نے ان کو اپنا قانونی مشیر مقرر کر لیا۔ مولوی محمد جعفر کی قانون دانی اور مہارت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے مقدمہ انبالہ میں کوئی وکیل پیروی کے لئے مقرر نہیں کیا بلکہ خود ہی جواب دہی کی جرح و بحث میں اس قدر مہارت تھی کہ جب انہوں نے گواہوں سے سوالات کئے تو وہ جوابات سے تنگ آ گئے۔

مولوی محمد جعفر کے والد میاں جیون کا ذریعہ معاش کاشتکاری تھا' وہ ایک مرفہ الحال شخص تھے۔ مولوی محمد جعفر کا جب **1856**ء میں نکاح ہوا تو انہوں نے اپنے حصہ کی کل جائیداد مہر کے عوض میں اپنی بیوی کے نام لکھ دی۔ مولوی محمد جعفر نے عرائض نویسی اور قانون دانی کے ذریعہ بھی کافی دولت اور شہرت حاصل کی۔ زمینداری اور جائیداد پیدا کی۔ تھانیسر سے ایک میل کے فاصلے پر ان کی زمینداری تھی۔

مولوی محمد جعفر اپنی مالی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں: "میں ہزاروں روپے کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قابض تھا۔ بیسیوں آدمی میری رعیت رہتے تھے' ایسے بڑے شہر کا نمبر دار گھوڑے اور گاڑیوں میں سوار پھرتا تھا۔ ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے"۔ (مولوی صاحب کی شادی پانی پت میں ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ بڑا لڑکا محمد صادق ان کی اسیری میں فوت ہو گیا۔

تحریک مجاہدین سے تعلق

مولوی محمد جعفر علمائے صادق پور کی تحریک کے خاص رکن تھے' مولوی عنایت علی کے سرحد ہجرت شوال **1265**ھ بمطابق **1849** کرنے کے بعد جب جماعت کا نظام مولوی یحییٰ کے سپرد ہوا تو مولوی محمد جعفر ان کے زیر ہدایت اپنے "فرائض" انجام دینے لگے۔ بلکہ ہنٹر کی رائے ہے کہ مولوی یحییٰ علی کی تعلیم و تحریک ہی سے وہ تحریک جہاد میں شریک ہوئے۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں لکھتا ہے: "جعفر بہت دور دراز تک پھیلی ہوئی وہابی سازش میں شریک ہو گیا۔ اس کے خفیہ فرائض نے اس کے نفرت انگیز پیشے کو بھی مقدس بنا دیا کیونکہ وہ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ میں نے اس کام کو ایک خاص آدمی کے حکم کے مطابق اور ایک خفیہ مقصد کے لئے اختیار کر رکھا ہے۔ یہ خاص شخص پٹنہ کا مولوی یحییٰ علی ہندوستان میں وہابیوں کا پیشوا تھا کہ مہابن کی وہابی نوآبادی کو رنگروٹ اور اسلحہ بہم پہنچائے جائیں جو اس وقت اعلانیہ حکومت سے برسرپیکار تھے"۔

بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ مولوی محمد جعفر **1850**ء سے قبل اس تحریک میں ذمہ دارانہ طور سے شریک ہو چکے تھے اور اس کے عواقب و نتائج کا بھی ان کو کسی قدر اندازہ تھا اسی لئے انہوں نے اپنے نکاح کے دن ہی اپنے حصے کی جائیداد حفظ ماتقدم کے طور پر اپنی بیوی کے مہر میں لکھ دی تھی۔

1857ء کی جنگ آزادی میں مولوی عنایت علی نے نہایت عزم و ارادہ کے ساتھ مردانہ وار حصہ لیا۔ مجاہدین کی قیادت کی اور انگریزی حکومت کے لئے مشکلات پیدا کیں' جس کے نتیجے میں نوشہرہ اور مردان کے فوجیوں میں کچھ شورش و بغاوت ہوئی اور نارنجی کی جنگ کا واقعہ پیش آیا۔ ہنٹر کا بیان ہے کہ **1857**ء کے ہنگامے میں مولوی محمد جعفر اپنے بارہ معتمد ہمراہیوں کے ساتھ مجاہدین کے کیمپ کی

طرف (مولوی عنایت علی) کے پاس گئے۔ اور نہایت قابلیت کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا۔ لیکن جب دہلی میں ستمبر 1887ء باغیوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں تو محمد جعفر تھانیسر واپس آ گئے۔

مولوی محمد جعفر تحریک جہاد کے رکن عظیم اور ایک بڑے رازدار تھے۔ ان کا اصطلاحی نام "پیرو خاں" یا "پیرو خلیفہ" تھا۔ سرحد کو روپیہ اور مجاہدین ان کے ذریعے جاتے تھے۔ پیامبر اور مجاہدین ان کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ رازدارانہ خط و کتابت ان کے ذریعے ہوتی تھی' حقیقت یہ ہے کہ سرحد اور صادق پور کے مرکزوں کے درمیان تھانیسر بھی ایک خاص مرکز تھا۔ مولوی محمد جعفر اکابر صادق پور کے معتمد علیہ اور ان کے رازہائے سربستہ کے امین و محافظ تھے۔ شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی وفات (1903ء) سے بڑے تعلقات تھے چنانچہ جب 1865ء میں میاں نذیر حسین راولپنڈی میں نظر بند ہوئے تھے ان کے کاغذات میں مولوی محمد جعفر تھانیسری کے بھی تین خط نکلے

گرفتاری و مقدمہ

ایک سپاہی غزن خان نے مخبری کی تو حکومت کو یہ یقین ہو گیا کہ سرحد پر مجاہدین کے پاس رقم اور آدمی مولوی محمد جعفر کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں۔ 12 دسمبر 1863ء کو ان کی خانہ تلاشی ہوئی مولوی محمد جعفر فرار ہو گئے۔ ان کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپے کا اشتہار جاری ہوا۔ آخر علی گڑھ سے گرفتار کر کے انبالہ لائے گئے۔ مقدمہ چلایا گیا۔ 2 مئی 1864ء کو مقدمے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ ضبط ہوئی اور پھانسی کی سزا تجویز ہوئی۔ مولوی محمد جعفر نے کسی قسم کی پریشانی اور رنج کا اظہار نہیں کیا' بلکہ نہایت خوش اور مطمئن رہے۔ مقدمے میں مولوی محمد جعفر نے نہایت استقامت اور پامردی کا ثبوت دیا۔ مولوی محمد جعفر کو لالچ بھی دیا گیا اور زدوکوب سے بھی واسطہ پڑا مگر ایمان کی لذت سے سرشار ہر قدم پر ثابت قدم رہے۔ جج نے مولوی محمد جعفر سے مخاطب ہوتے ہوئے فیصلہ ان الفاظ میں سنایا: "تم بہت عقلمند ذی علم اور قانون داں اور اپنے شہر کے نمبردار اور رئیس ہو' تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا۔ تمہارے ذریعے سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا۔ تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلۂ بھی خیرخواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرانے میں کچھ کوشش نہ کی' اس واسطے تم کو پھانسی کی سزا دی جائے گی۔

اور آخر میں یہ کلمہ بھی کہا کہ میں تم کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا۔

مولوی محمد جعفر نے مردانہ وار جواب دیا: "جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے۔ آپ کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کر دے"۔

مولوی محمد جعفر کے یہ الفاظ الہامی ثابت ہوئے اور چند روز کے بعد جج اپنی موت مر گیا۔

چیف کورٹ میں اپیل کی گئی۔ 19 دسمبر 1864ء کو اپیل کا فیصلہ سنا دیا گیا' پھانسی حبس دوام بعبور دریائے شور میں تبدیل ہو گئی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ان جہاد و حریت کے نقیبوں کو مسلسل شدائد و مصائب کا شکار کیا جائے۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ان کو خراج عقیدت اس طرح پیش کرتا ہے: "جعفر علی عرضی نویس اور یحییٰ علی رئیس المسلمین نے اپنی وفاداری کا کہیں جھوٹا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہم سے کوئی مراعات طلب کیں۔ وہ بڑے با اصول اور مخلص انسان تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس زہر آلود ہتھیار سے مجروح کیا جس کو ایک جھوٹے مذہب نے ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا' لہٰذا اب جبکہ انہوں نے اپنی غداری کی سزا بھگت لی ہے' تاریخ ان کے اس انجام کو پُر رحم جذبات کے ساتھ یاد کرے گی"۔

ستمبر 1864ء سے فروری 1865ء تک مولوی محمد جعفر انبالہ جیل میں رہے۔ 22 فروری 1965ء کو لاہور جیل روانہ ہوئے۔ آخر کار اکتوبر 1865ء کو انڈمان روانگی ہوئی۔ لاہور سے ملتان' سکھر' ٹھٹھہ اور کوٹری سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچے۔ ایک ہفتہ کراچی جیل میں رہے' پھر بذریعہ بادبانی جہاز بمبئی روانہ ہو گئے۔ وہاں تھانہ جیل میں ایک ماہ رہے۔ 8 دسمبر 1865ء کو وہاں سے بھی روانگی ہو گئی۔ 11 جنوری 1866ء کو مولوی محمد جعفر نے سرزمین انڈمان پر قدم رکھا اور زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا۔

جزیرۂ انڈمان کی زندگی:

مولوی محمد جعفر کے جہاز سے اترتے ہی اس تحریک کے ایک ممتاز رہنما مولانا احمد اللہ اور ان کے ساتھیوں نے استقبال کیا۔ مولانا احمد اللہ (1881ء) چھ ماہ پہلے انڈمان پہنچ چکے تھے۔ مولوی محمد جعفر مولانا احمد اللہ کے ہمراہ منشی غلام نبی محرر کے مکان پر پہنچے۔ وہاں مولوی محمد جعفر کی بیڑیاں کاٹی گئیں اور عمدہ لباس پہنایا گیا۔ منشی اکبر زماں' اکبرآبادی کی کوشش سے چیف کمشنر کے دفتر میں "محرر سیکشن ور" یا "نائب میرمنشی" مقرر ہو گئے' تنخواہ کے علاوہ رہنے کو مکان اور خدمت کو ایک ملازم ملا۔ کسی قسم کی کوئی پابندی نہ رہی جہاں چاہیں آئیں' جہاں چاہیں جائیں۔

جب مولوی محمد جعفر انڈمان پہنچے اس وقت ان کی عمر 27 سال تھی' عین عالم شباب تھا۔ پہلے اپنے اہل و عیال کو وطن سے بلانے کی کوشش کی جب اس میں ناکام رہے تو انہوں نے وہیں ایک کشمیری خاتون سے نکاح کر لیا۔ 30 اپریل 1868ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔ بیوی نہایت دیندار اور متبع سنت تھیں' مولوی یحییٰ علی کی مرید تھیں' مولوی محمد جعفر نے دوسری شادی الموڑہ کی ایک برہمن زادی سے کی۔ مولوی صاحب نے پہلے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی جسے اس نے بخوشی قبول کر لیا۔ 15 اپریل 1870ء کو دوسرا نکاح ہوا۔ اس بیوی سے دس اولادیں ہوئیں جن میں آٹھ زندہ رہیں اور یہی مولوی محمد جعفر کے ہمراہ ہندوستان آئیں۔

(جاری ہے)

Bayan-ul-Qur'an

(English)

Translation of the meaning of
Al-Qur'an with brief explanation

By

Dr. Israr Ahmad

(This program was recorded in USA)

Now available in a set of **112 Audio CDs**

Price Rs: 4400/=

Maktaba Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an
Qur'an Academy 36-K Model Town Lahore
Ph 5869501-03 Fax 5834000
www.tanzeem.org e-mail:info@tanzeem.org

معاشرتی بہبود کے کاموں کے لئے وسائل کی فراہمی

ڈاکٹر اسرار احمد

اسلامی ریاست میں معاشرتی بہبود کے کاموں کے لئے وسائل کی فراہمی کا مسئلہ بظاہر تو بہت سادہ اور آسان نظر آتا ہے لیکن چونکہ اس کا تعلق لامحالہ حکومت کے پورے نظامِ آمد و خرج سے ہے' لہٰذا اس کے ضمن میں کم از کم یہ ضرور دیکھنا ہوگا کہ اسلامی نظام میں حکومت کے لئے آمدنی کی مدیں کون کون سی ہیں اور آیا ان جملہ مدّوں سے وصول شدہ آمدن کو حکومت بلاتخصیص و تحدید جملہ انواع کے مصارف میں صرف کر سکتی ہے یا ان کے صرف کے ضمن میں کوئی تخصیص و تحدید بھی موجود ہے اور اگر ہے تو پھر معاشرتی بہبود کے کاموں پر کن کن مدّات سے حاصل شدہ رقوم خرچ کی جاسکتی ہیں!

اس سلسلے میں یہ بات خواہ تحصیل حاصل ہی کے زمرے میں آئے لیکن اپنی اہمیت کے پیشِ نظر اس قابل ہے کہ اس کا ضرور ذکر کر دیا جائے کہ جہاں ایک طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے پاس دورِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ کے زمانے کے جو نظائر موجود ہیں وہ نہ صرف یہ کہ بہت مختصر ہیں بلکہ اس دور سے متعلق ہیں جب کہ ابھی نہ تو ریاست کا موجودہ گھمبیر و ہمہ گیر تصور ہی وجود میں آیا تھا اور نہ ہی حکومت کے مختلف شعبوں کی اتنی وضاحت کے ساتھ تشکیل ہوئی تھی جتنی کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اجتہاد کے دروازے پر دستک دی جائے اور کمال حزم و احتیاط کے ساتھ استدلال و استنباط کے ذریعے اس دور سے حاصل شدہ رہنمائی کو دورِ حاضر کے لئے کارآمد بنایا جائے اس لئے کہ اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے کہ کم از کم خلافتِ حضرت فاروق اعظمؓ اور خلافت حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں معاملاتِ حکومت نے اتنی وسعت اختیار کر لی تھی کہ دورِ جدید کی ریاست (State) اور حکومت (Government) کے تمام شعبے خواہ درجۂ جنین (Embryonic Stage) ہی میں سہی' بہر حال وجود میں ضرور آ گئے تھے۔ چنانچہ اس دور کے نظائر سے دورِ جدید کی ہمہ گیر ریاست اور اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ دار ہمہ جہتی حکومتی مشینری کے پورے ڈھانچے کی تخریج ہو سکتی ہے ___ وہاں دوسری طرف یہ بھی نہایت ضروری و لابدی ہے کہ اگر واقعتاً اسلام ہی کو رہنمائی اور امامت کے منصب پر فائز کرنا ہے تو اس امر کے لئے پوری خوشدلی اور وسعتِ قلبی کے ساتھ تیار رہنا چاہئے کہ حکومت کے آمد و خرج کے پورے نظام کو ادھیڑ کر بالکل نئی بنیادوں پر از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔ اس لئے کہ کسی جزوی پیوند کاری سے نہ صرف یہ کہ اصل مطلوب حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ اندیشہ ہے کہ: "آدھا تیتر آدھا بٹیر" قسم کا یہ نظام موجودہ نظام سے بھی زیادہ ناکام ثابت ہو اور اس سے خواہ مخواہ کی بدنامی دین و مذہب کے حصے میں آئے!

آگے بڑھنے سے قبل ایک اور اصولی بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے اور وہ یہ کہ اسلامی ریاست نہ تو صرف ایک Welfare State ہے کہ اس کے سامنے اپنے شہریوں کی دنیوی فلاح و بہبود کے سوا اور کوئی بلند تر نصب العین نہ ہو ___ نہ ہی وہ صرف ایک Ideological State ہے بایں معنیٰ کہ اسے صرف اپنے مخصوص نظریئے ہی کی اشاعت سے بحث ہو اور اس سے کوئی دلچسپی نہ ہو کہ "مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں!" یعنی اس کے شہری سکھ چین سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں یا نہیں؟ بلکہ وہ ان دونوں تصورات کی جامع ہے اس لئے کہ اس کے پیشِ نظر اصل مقصد تو دنیا میں اسلام کی سربلندی یا قرآنی الفاظ میں: "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ!" یعنی "تاکہ غالب کر دے اس کو سب اَدیان یا کل نظامِ زندگی پر!" یا حضرتِ مسیح کے الفاظ میں یہ کہ: "اللہ کی مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسے ہی زمین پر بھی پوری ہو۔" لیکن ساتھ ہی اسلامی ریاست اپنے جملہ شہریوں کے تمام بنیادی ضروریات کی کفیل بھی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ "کفالتِ عامہ" کا تصور انسانی تاریخ کے دوران پہلی بار خلافتِ راشدہ ہی کے زمانے میں سامنے آیا ___ گویا کہ جہاں مقدم الذکر چیز کو اسلامی ریاست کا نصب العین قرار دیا جا سکتا ہے وہاں مؤخر الذکر چیز بھی کم از کم اس کے اہم ترین مقاصد میں ضرور شامل ہے!

اب آیئے کہ ہم دیکھیں کہ اسلامی ریاست میں حکومت کی آمدنی کی مدیں کون کون سی ہیں: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" (شائع کردہ ندوۃ المصنفین' دہلی) میں اسلامی حکومت کی آمدنی کی مدّات کا بہت عمدہ خلاصہ دیا ہے' جس کی رُو سے اسلامی حکومت کو کل 12 مدّوں سے آمدنی ہو سکتی ہے۔ 1۔ عشر 2۔ زکوٰۃ 3۔ صدقات 4۔ خراج 5۔ جزیہ 6۔ فے 7۔ خمس 8۔ عشور 9۔ کراء الارض 10۔ ضرائب 11۔ وقف 12۔ اموال فاضلہ ___ جن کی "مختصر تشریح" حسب ذیل ہے۔

1۔ عشر: مسلمانوں کی مملوکہ اراضی کی پیداوار میں سے وصول شدہ حصہ جو فطری طور پر سیراب شدہ زمینوں (یعنی دریا کے کناروں' یا صرف بارش سے سیراب ہونے والے بارانی رقبوں) کی کل پیداوار کے 1/10 اور مصنوعی ذرائع آبپاشی (یعنی کنوؤں اور نہروں وغیرہ) سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی کل پیداوار کے 1/20 کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ شرح زکوٰۃ ہی کی طرح معیّن ہے اور اس میں رد و بدل نہیں کیا جا سکتا' البتہ نہری زمینوں سے آبیانہ وصول کیا جا سکتا ہے' جس کی کوئی شرح معیّن نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مصنوعی آبپاشی کے اخراجات کے پیشِ نظر ہی ایسی زمینوں کا عشر نصف رکھا گیا ہے۔

2۔ زکوٰۃ: مسلمانوں کے اموالِ نقد' اموالِ تجارت اور مویشیوں وغیرہ پر معیّن نصاب اور شرح کے حساب وصول ہونے والی آمدنی زکوٰۃ کہلاتی ہے۔ اس کی شرح بھی غیر مبدل ہے۔ البتہ اسے انفرادی طور پر صرف کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ لازماً اسلامی حکومت ہی کو ادا کی جاتی ہے۔

3۔ صدقات: مسلمان زکوٰۃ کے علاوہ اپنی آزادانہ مرضی سے خیر کے کاموں کے لئے جو کچھ دیں وہ صدقات شمار ہوتے ہیں۔ ان کو اگر لوگ نجی طور پر صرف کرنا چاہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ پسند کریں تو یہ رقوم بھی حکومت کے سپرد کر سکتے ہیں تاکہ وہ انہیں اجتماعی نظم کے تحت صرف کرے۔ اس کی کوئی مقدار معیّن نہیں۔ بلکہ اس کے ضمن میں عمومی رہنمائی اور تشویق و ترغیب کے لئے فرما دیا گیا کہ ہر شخص کے پاس جو کچھ زائد از ضرورت ہے وہ اسے اس مد میں صرف کر دینا چاہئے۔ سورۂ بقرہ کی آیت

نمبر 219 میں فرمایا: يَسْـئَـلُـوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط (وہ پوچھتے ہیں کتنا خرچ کریں؟ کہہ دو جو بھی فاضل ہے!)

4۔ خراج : غیر مسلموں کی مملوکہ اراضی سے حاصل ہونے والی سالانہ مالگذاری کا نام خراج ہے اور اس کی کوئی شرح معیّن نہیں۔ حکومتِ وقت حسب حالات اس کی تعیّن کر سکتی ہے!

5۔ جزیہ: غیر مسلموں پر جو سالانہ ٹیکس عائد کیا جائے وہ جزیہ ہے اور خراج کی طرح اس کا بھی نہ کوئی معیّن نصاب ہے نہ مقرر شرح' بلکہ یہ بھی حسب حالات گھٹایا اور بڑھایا جا سکتا ہے!

6۔ فے : حکومت کو غیر اقوام سے جو کچھ بغیر جنگ کے ہاتھ آئے وہ فے ہے۔

7۔ خمس : کے معنی ہیں پانچواں حصہ 1/5 اور یہ اسلامی حکومت میں حسب ذیل ذرائع سے حاصل ہوتا ہے) اموالِ غنیمت کا 1/5 یعنی اموال کا پانچواں حصہ جو دشمنوں سے جنگ کے نتیجہ میں ہاتھ آئیں اور) معدنیات اور زمینوں کا 1/5 جو لوگوں کی مملوکہ اراضی سے برآمد ہوں۔

8۔ عشور: درآمد یا برآمد کئے جانے والے سامان پر عائد شدہ محصول (Duty) جو مسلم اور غیر مسلم سب پر عائد ہو سکتے ہیں اور جن کی کوئی مقرر و معیّن شرح نہیں ہے!

9۔ کراء الارض : یعنی حکومت کی مملوکہ اراضی (State Lands) سے حاصل شدہ آمدنی!

10۔ ضرائب : وہ ٹیکس جو رفاہِ عامہ (Public Works) کے ضمن میں یا حکومت کی وقتی اور ہنگامی ضرورتوں کے لئے صاحب ثروت لوگوں پر عائد کئے جائیں۔ ان کی بھی کوئی تعیین نہیں ہے اور حکومت وقت کو ان کے ضمن میں پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

11۔ وقف : مذہبی اوقاف کی آمدنی بھی اسلامی حکومت ہی کی تحویل میں آتی ہے!

12۔ اموالِ فاضلہ : یعنی i) سرکاری زمینوں سے نکلنے والی معدنیات ii) لاوارث شہریوں کی متروکہ جائیداد یا اموال iii) کسی باغی یا مرتد کا ضبط شدہ مال iv) نقطہ یعنی گری پڑی چیزیں جن کا کوئی دعویدار نہ ہو v) لاوارث مقتول کی دیت کی رقوم۔

دورِ خلافت راشدہ کے بارے میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس میں حکومت کے مختلف شعبے جس طرح آج علیحدہ علیحدہ مدّوں میں اتنی وضاحت کے ساتھ معیّن نہ تھے گویا اس دور کی ریاست اور حکومت کو عہدِ جدید کے مقابلے میں درجۂ جنین (Embryonic Stage) میں قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاہم بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس درجہ کامل جنین (Full Embryo) کا ضرور تھا' اور عہدِ جدید کی جملہ ضروریات کے لئے ہمیں وہاں سے اساسی رہنمائی بہر حال مل سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں پوری آبادی کا اندراج رجسٹروں میں کر لیا گیا تھا اور فوجی' تعلیمی اور دینی خدمات اور حکومت کی ذمہ داریوں کے ضمن میں وظائف کے ایک وسیع نظام کے علاوہ پوری مسلمان آبادی کے لئے انفرادی وظائف کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اس دور میں ہر مسلمان کو ایک ریزرو فوجی کی حیثیت حاصل تھی جسے کسی بھی وقت فوجی خدمات کے لئے طلب کیا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے کاشتکاری اور زمینداری ممنوع تھی۔

بہر حال جہاں تک متذکرہ بالا 12 مدّوں سے حکومت اسلامی کو حاصل شدہ آمدنی کے خرچ کا تعلق ہے' اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ مدّیں جن سے حاصل شدہ آمدنی کے صرف کی مدّیں معیّن ہیں اور دوسرے وہ مدّیں جن سے حاصل شدہ آمدنی کے خرچ کی مدّیں معیّن نہیں ہیں بلکہ حسب ضرورت معیّن کی جا سکتی ہیں۔ معیّن مصارف سے مراد وہ ''مصارفِ ثمانیہ'' یعنی خرچ کی آٹھ مدّیں ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر 60 میں آیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''زکوٰۃ و صدقات حق ہیں مفلسوں کا' اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ و صدقات کے کام پر مقرر کئے جانے والوں کا' اور جن کے دلوں کو نرم کرنا مقصود ہو ان کا اور گردنوں کے چھڑانے کے لئے (یعنی غلاموں اور مقروضوں کی رُستگاری کے لئے) اور تاوان کے بوجھ تلے آئے ہوں' اور اللہ کے راستے میں (جان کھپانے والوں کے لئے) اور مسافروں کا۔ یہ مقرر و معیّن ہے اللہ کی جانب سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور کامل حکمت والا ہے!)

جبکہ غیر معیّن مصارف میں دورِ جدید کی وسیع و منظم حکومت کے جملہ شعبوں (خواہ وہ سول گورنمنٹ سے متعلق ہوں خواہ دفاع اور فوج سے) کے مصارف اور رفاہِ عامہ (public Works) کے جملہ اخراجات شامل ہوں گے! ـــــ اسلامی حکومت کو حاصل ہونے والی کل آمدنی میں سے عشر' زکوٰۃ' صدقات' خمس اور اوقات کی مدّوں سے حاصل ہونے والی کل کی کل آمدنی اور عشور یعنی درآمدی و برآمدی Duty میں سے جو مسلمانوں سے حاصل ہو ''مصارفِ ثمانیہ'' کے لئے وقف ہیں' جبکہ بقیہ تمام مدّات سے حاصل شدہ آمدنی غیر معیّن مصارف کے لئے ہے۔

موضوعِ زیرِ بحث کے اعتبار سے اب توجہ کو ''مصارفِ ثمانیہ'' پر مرکوز کر دیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان آٹھ مدّوں میں سے چھ وہ ہیں جو معاشرتی بہبود کے ذیل میں آتی ہیں یعنی فقراء' مساکین' غلاموں' مقروضوں اور مسافروں کی امداد و اعانت اور ان کاموں کے لئے متعین عملے کی تنخواہوں کی ادائیگی ـــــ اور بقیہ دو وہ ہیں جو اسلامی ریاست کے اصل نصب العین یعنی دنیا میں اسلام کی سربلندی کی جدوجہد کے ذیل میں آتی ہیں یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور تالیفِ قلب! اس ضمن میں اگرچہ کوئی نسبت و تناسب معیّن نہیں ہے' تاہم بغرضِ افہام و تفہیم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں عشر' زکوٰۃ' صدقات' خمس وغیرہ ایسی عظیم مدّات سے حاصل ہونے والی خطیر آمدنی کا لگ بھگ تین چوتھائی معاشرتی بہبود کے لئے وقف کیا جا سکتا ہے۔ گویا اسلامی ریاست میں اصل معیّن آمدنی ہے ہی یا شہریوں کی دنیوی فلاح و بہبود کے لئے جو اسلامی ریاست کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے یا اسلام کی نشر و اشاعت اور غلبہ و استحکام کے لئے جو اسلامی ریاست کا اصل نصب العین ہے اور اسلامی ریاست میں دوسرے انتظامی مصارف کے بارے میں تو خواہ سوچ بچار کرنا پڑے۔ معاشرتی بہبود کے کاموں کے لئے وسائل کی فراہمی کے لئے تگ و دو کی حاجت نہ ہوگی بلکہ اس کے لئے ضروری فنڈز ہی نہیں بلکہ وافر وسائل مسلمانوں پر اللہ کی جانب سے عائد شدہ عبادتوں کی بجا آوری کے ضمن میں خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ گویا معاشرتی بہبود کے کاموں کے لئے جو رقوم حاصل ہوں گی' ان کے بارے میں ادا کرنے والوں کا تصور Tax کا نہیں ہوگا بلکہ عین عبادت کا ہوگا! بشرطیکہ حکومت واقعی اسلامی ہو اور مسلمان مجموعی اعتبار سے حکومت اور اس کے کارکنوں کی دیانت و امانت پر اعتماد کر سکیں! ـــــ اور یہ ظاہر ہے کہ معمولی شرط نہیں! خدا کرے کہ ہم جلد از جلد اس شرط کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں۔

''ندائے خلافت'' کے مشہور کالم نگار عابد اللہ جان کی کتاب

The End of Democracy

1) قرآن اکیڈمی' 36-k ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

2) قرآن اکیڈمی 55-Dm درخشاں' خیابانِ راحت فیز 6 ڈیفنس۔ کراچی (فون: 5340022-23)

3) قرآن اکیڈمی 18A ناصر مینشن' شعبہ بازار' ریلوے روڈ نمبر 2' پشاور (فون: 214495)

4) مکان نمبر 20' گلی نمبر 1' فیض آباد ہاؤسنگ سکیم نزد فلائی اوور برج 4/8-I' اسلام آباد (فون: 4434438,4435430)

قیمت فی کتاب: -/900 روپے

5 یا اس سے زائد کاپیاں خریدنے پر نیز تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن سے وابستہ حضرات کیلئے خصوصی رعایت

نظریۂ پاکستان اور اسلام

محترمہ عاصمہ جہانگیر کی خدمت میں جواب چیلنج

''کمیشن برائے انسانی حقوق'' کی چیئرپرسن محترمہ عاصمہ جہانگیر کے اس بیان کے جواب میں کہ نظریۂ پاکستان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے' جناب خورشید انجم ناظم نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی پشاور کی تحریر

خورشید انجم

پاکستان جس وقت اس دنیا میں منصۂ شہود پر آیا' دنیا کے نقشے پر اجاگر اور ظاہر ہوا' اس وقت پوری دنیا پر ایک عالمی تہذیب کا ڈنکا بج رہا تھا' وہ تہذیب کہ جس کے نمایاں اوصاف میں سب سے نمایاں وصف آزاد خیالی اور لبرل ازم ہے کہ جو چاہو سوچو' جو چاہو بک دو' جس پر چاہو زبان طعن دراز کرو۔

اس عالمی تہذیب کا دوسرا نمایاں وصف سیکولرازم ہے کہ دین کا کوئی تعلق ریاست سے نہیں۔ ریاست ایک جداگانہ وجود رکھتی ہے گویا پاکستان جس وقت منصۂ شہود پر آیا اس عالمی تہذیب کا ڈنکا بج رہا تھا اور پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ گویا پوری دنیا کا جو رخ تھا' اس کی بالکل مخالف سمت میں اور اصولی اور نظری اعتبار سے اس پورے نظام اور پورے عالمگیر تمدن کے Anti thesis کے طور پر اور اس کے لئے چیلنج کی حیثیت سے وجود میں آیا۔

اس وقت سے لے کر آج تک وقفہ وقفہ سے یہ مسئلہ اچھالا جاتا ہے کہ پاکستان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور آیا پاکستان کے قیام کا مقصد اسلامی مملکت کا قیام تھا؟ یا کچھ اور۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ عموماً یہ سوال ان لوگوں کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے جن کو اللہ نے پاکستان میں دولت' عزت' شہرت غرضیکہ ہر چیز سے نوازا ہے' لیکن وہ پاکستان کی گود میں بیٹھ کر اس کی بنیادوں پر تیشہ چلانے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیومن رائٹس کمیشن کی چیئرپرسن محترمہ عاصمہ جہانگیر کا حالیہ بیان ہے جس میں انہوں نے چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی نے ثابت کر دیا کہ پاکستان کا نظریہ اسلام ہے' تو وہ اپنے تمام اعزازات واپس کر دیں گی۔

اس سلسلے میں بنیادی اور اساسی بات یہ ہے کہ پاکستان کی ولادت 1946ء کے انتخابات کے نتیجے میں ہوئی تھی' لیکن ان انتخاب کے نتیجے میں مسلم لیگ کو واحد نمائندہ جماعت ہونے کی حیثیت اس نعرے کی بنیاد پر حاصل ہوئی تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔

دوسری بات کہ جن لوگوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا اور اس تصور کی بنیاد پر جس شخص کی قیادت میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا' ان کا اپنا ذہن کیا تھا؟

واقعہ یہ ہے کہ 1930ء کے تاریخی خطبہ الٰہ آباد کے ذریعے مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے یہ تصور دیا کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان ملک کا قیام تقدیر مبرم ہے اور اگر فی الواقع ایسا ہو گیا' یعنی ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہو گئی' تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے رُخ روشن پر عرب دورِ ملوکیت میں جو داغ پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر اسلام کا اصل منور چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ یہ گویا ایک احیائی تصور تھا جو علامہ اقبال نے دیا تھا۔ اس سے مسلمانوں کے اندر ایک نئی اُمنگ پیدا ہوئی اور اس کے نتیجے میں پاکستان قائم ہوا' اس لئے کہ جب ہم نے اس قدر زور و شور سے کہا کہ ہماری تہذیب و تمدن' قانون' زبان' ثقافت اور عقائد ہر شے علیحدہ ہے اور ہم ایک علیحدہ قوم (''مسلمان'') ہیں تو اس کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا' تو گویا جو بھی اس وقت کی بے خدا' آزاد خیال اباحیت پرست تہذیب تھی' وہ تہذیب کہ جس کے رگ و پے میں سود سرایت کئے ہوئے تھا' وہ تہذیب کہ جس میں انسانی حاکمیت اور سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا تھا تو اس کے Anti thesis کے طور پر پاکستان وجود میں آیا۔ گویا پاکستان اس تہذیب کے خلاف نعرۂ بغاوت تھا جو اس وقت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئی تھی۔ دوسری طرف دانشورانہ سطح پر علامہ اقبال نے اپنے خطبات مدراس Reconstruction of Religious thought in Islam میں اسلامی جمہوریہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسلامی جمہوریت معاشی مواقع میں توسیع کے نتیجے میں ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ایسے روحانی اصول پر مبنی ہے جس میں ہر فردِ انسانی کو مخفی قوت کا ایک ایسا مرکز شمار کیا جاتا ہے جسے مناسب تربیت کے ذریعے ایک خاص قسم کی سیرت و کردار میں ڈھال کر اس کے (لامحدود) امکانات کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ اسلام نے عام آدمیوں کے اندر ہی سے اعلیٰ ترین زندگی اور قوتوں کے مالک انسان پیدا کئے ہیں۔ کیا اسلام کے دورِ اوّلین کی جمہوریت نطشے کے نظریات و افکار کی تردید کا عملی ثبوت نہیں۔''

چنانچہ علامہ اقبال کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ جمہوریت اور مذہب اسلام لازم و ملزوم ہیں اور اگر جمہوریت سے مذہب کو خارج کر دیا جائے تو یہ ایک دیو استبداد بن جاتی ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مصورِ پاکستان کے ان واضح اور دو ٹوک ارشادات کے بعد بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے ارشادات ملاحظہ کیجئے جن کے مطالعے سے پاکستان کے اساسی نظریئے کی وضاحت ہوتی ہے۔ 8 مارچ 1944ء کو علیگڑھ یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا ''آپ نے غور کیا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی' تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے' نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔''

1945ء میں عید کے موقع پر مسلمانوں کے نام اپنے پیغام میں کہا ''ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی احکام مذہبی اور اخلاقی فرائض تک محدود نہیں بلکہ سول اور تعزیری قوانین کی بھی بنیاد ہے اور وہ قوانین جن سے بنی نوع انسانی کے اعمال اور حقوق کی حد بندی ہوتی ہے' وہ بھی اللہ کے غیر متبدل احکام ہوتے ہیں' جاہلوں کی بات الگ ہے ورنہ ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ مذہبی' سماجی' شہری' کاروباری' فوجی' عدالتی' تعزیری' قانونی ضابطۂ حیات' مذہبی تقریبات سے لے کر روزمرہ کی زندگی کے معاملات تک' روح کی نجات سے لے کر جسم کی موت تک' اس دنیا میں جزا و سزا سے لے کر اگلے جہاں کی جزا و سزا کی حد بندی کرتا ہے۔'' 21 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن کے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے بحیثیت گورنر جنرل فرمایا:

''میں ملک کے اندر ایک گروہ کی اس حرکت کو سمجھنے سے قاصر ہوں جو دیدہ و دانستہ یہ شر انگیزی اور پراپیگنڈہ کر رہا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت کے مطابق نہیں بنایا جائے گا' پھر فرمایا کہ: دنیا کو دکھائیں گے کہ اسلام کیا ہے؟

ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ ایک معلم تھے۔ وہ ایک عظیم قانون ساز، عظیم مدبر اور عظیم حکمران تھے۔ انہوں نے عملاً اسلام کے مطابق حکومت چلا کر دکھا دی' لیکن بہت سے لوگ ہیں جو ہماری ان باتوں کو نہ تو سمجھ پاتے ہیں اور نہ تسلیم کرتے ہیں۔''

13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

پروفیسر ریاض علی شاہ ٹی بی سپیشلسٹ نے لکھا ہے کہ زیارت میں قائداعظم اتنے نحیف ہوگئے تھے کہ ہم نے ان پر گفتگو کرنے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ ایک روز میں ان کے قریب بیٹھا ہوا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ بار بار کچھ کہنا چاہتے ہیں' لیکن رک جاتے ہیں' کیونکہ پابندی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ قائداعظم آپ جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں فرما دیں' اس وقت انہوں نے کہا کہ تمہیں اندازہ نہیں ہوسکتا کہ مجھے کس قدر اطمینان ہے کہ پاکستان قائم ہوگیا اور یہ کام میں تنہا نہیں کرسکتا تھا اگر رسول خدا ﷺ کی روحانی تائید شامل نہ ہوتی' اب یہ یہاں کے مسلمانوں کا کام ہے کہ اس ملک میں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں' اور یہ قائداعظم کے آخری الفاظ ہیں۔

مصور پاکستان اور بانیٔ پاکستان کے مذکورہ بالا اقتباسات اور اس کے علاوہ پچاسوں تقریروں سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ یہاں اسلامی نظام نافذ ہوا اور اسی مقصدِ وحید کے لئے یہ خطۂ ارضی حاصل کیا گیا تھا۔

بہر حال پاکستان اگر حقیقی معنوں میں اسلامی' جمہوری اور فلاحی مملکت بنتا ہے تو اقبال اور قائداعظم کے خوابوں کی تعبیر بن کر عالمِ انسانیت کے لئے ایک مینارۂ نور کا کام دے گا' ورنہ اپنی معنویت تو کھو ہی چکا ہے۔ اندیشہ موجود ہے کہ اپنا حقیقی وجود بھی کھو بیٹھے گا۔ معاذ اللہ۔

87 ملین ڈالر جنگ کے لئے ___ یا جنگ 87 ملین ڈالر کے لئے؟

سردار اعوان

W. A. Carto کے ایک حالیہ مضمون America's Molch: The Federal Reserve سے ماخوذ (اخذ و ترجمہ: سردار اعوان)

حکومت میں شامل شاید ہی کوئی شخص یہ ماننے کے لئے تیار ہوگا کہ امریکی اکانومی کو زندہ رکھنے کے لئے فیڈرل ریزرو Fedreal Resvre کی ہیروئن کا روز افزوں انجکشن مسلسل ضروری ہے۔ 1913ء میں جب کانگریس نے فیڈرل ریزرو قائم کیا تھا تو بنکرز نے انقلابی جنگ کے خاتمہ کے فوراً بعد' بلکہ اس سے پہلے جس سازش کا آغاز کیا تھا اس کی گویا یہ تکمیل تھی یہ جنگ خود انہی کے ذہن اور دولت کی پیداوار تھی۔

Paul Warburg, J.P Morgan, Nelson Aldrich, Samuel Untermyer, Bernard Baruch, Jacob Shift اور Rothschild وہ نام ہیں جو اس وقت دنیا کے مالک تھے آج ان کی اولادیں ہماری قسمت کے فیصلے کرتی ہیں۔ ووڈرو ولسن نے جو الیکشن میں کامیابی کے لئے ان سرمایہ داروں کا مرہون منت تھا' ان کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا۔

منصوبہ ساز جانتے تھے کہ عوام سنٹرل بنک کا قیام نہیں چاہتے کیونکہ پہلے دن سے وہ اس کے خلاف ہیں۔ واشنگٹن' جیکسن اور ولسن سب نے اس کی مخالفت کی تھی۔

منصوبہ ساز جانتے تھے کہ ری پبلکن کی طرف سے شروع کیا ہوا کوئی بھی عمل شک سے خالی نہیں ہوگا' لہٰذا 1912ء کے الیکشن میں انہوں نے ٹیڈی روز ویلٹ کو تیسرے امیدوار کے طور پر آگے لانے کی چال چلی۔ اس طرح ری پبلکن کے اندر پھوٹ پڑ جانے کی وجہ سے ولیم ہاورڈ ٹافٹ کی جگہ ان کا پٹھو ولسن کامیاب ہوگیا۔

ولسن کو فیڈرل ریزرو کے قیام کے لئے لایا گیا تھا جس کا مقصد دنیا کے انتہائی کرپٹ اور جرائم پیشہ گروہ بین الاقوامی بنکرز کی اجارہ داری قائم کرنا تھا۔ اس وقت سے فیڈ کے ذریعہ جائداد' قدرتی وسائل اور کاروبار کی شکل میں کھربوں کے اثاثہ جات حریص بنکرز کے ہاں منتقل ہو چکے ہیں اور امریکہ سمیت پوری دنیا ان کی معاشی غلامی میں جکڑی جا چکی ہے۔ یہ تھا فیڈرل ریزرو کے قیام کا مقصد:

جنگ جنگ جنگ

امریکی معیشت جنگوں کے سہارے قائم ہے۔ فیڈرل ریزرو سے سود پر قرض لے کر خرچ کرتے رہنا امریکہ کی مجبوری ہے اور اس کا بہترین طریقہ جنگ ہے۔

ٹیکس دہندگان کو جنگ کی حمایت پر آمادہ کوئی مشکل بات نہیں۔ چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ امریکی عوام جنگ کے اتنے ہی دلدادہ ہیں جتنے بنکرز اور ان کے پٹھو امریکی حکمران اگر کسی موقعہ پر عوام کی معتد بہ تعداد کسی جنگ سے بیزاری کا مظاہرہ کرے تو اسے چند گھنٹوں کے اندر اندر شیشہ میں اتارنا میڈیا کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

چالیس سال قبل عوامی تجزیہ نگار/فلاسفر لارنس ڈینس Lawrence Dennis کا کہنا تھا کہ جب جنگ ضرور بن جائے تو امن کا امکان کہاں سے پیدا ہوگا۔

امریکی سیاستدانوں کی سرتوڑ کوشش ہوتی ہے کہ بیرونی خطرہ کی صورت میں ''عوام کا کوئی دشمن'' ہمیشہ موجود رہے۔ نو گیارہ کا سانحہ دکھا کر عوام کے ذہنوں کو اس درجہ مسموم کردیا گیا ہے کہ ایک معمولی ذہن کے صدر نے دہشت گردوں کی تلاش کے بہانے انہیں اپنے پیچھے لگا لیا ہے لہٰذا اس تمام کارروائی کے پس پردہ فیڈرل ریزرو کا عوام کی کمائی پر ڈاکہ ڈالنا ہرگز کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوگا۔

صدر بش کے عراق پر حملہ کے مخالفین کا یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس سے امریکا کا کوئی مفاد وابستہ نہیں سوائے اس کے کہ اسرائیل کے ناجائز عزائم کی تکمیل میں مدد بہم پہنچائی جائے اور فیڈرل ریزرو کو خون چوسنے کی جو لت پڑی ہے۔ اس کے لئے امریکی نوجوانوں کی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جنگی اخراجات کا مقدس فریضہ انجام دیا جائے۔

(courtesy: American Free Press)

قرآن کی عظمت
اور اس کی بنیادی تعلیمات
ابوظہبی پروگرام-1985ء
مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد
(بانی تنظیم اسلامی)
اب VCDs میں دستیاب ہیں
کل سی ڈیز: 21
قیمت فی سیٹ: -/840 روپے
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور

سال کی دوسری ہفت روزہ مبتدی تربیت گاہ

14 تا 20 مارچ 2004ء

✿ مرکزی دفتر گڑھی شاہو لاہور میں رواں سال کی دوسری تربیت گاہ کا آغاز 14 مارچ بروز اتوار بعد نمازِ عصر ہوا۔ معاون ناظم دعوت محمد اشرف وصی صاحب نے افتتاحی کلمات میں تربیت گاہوں کے مقاصد اور اس کے مثبت اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ وہ وقت فضول ضائع نہ کریں اور اجتماعی اعمال میں زیادہ سے زیادہ شریک رہنے کی کوشش کریں۔ ہدایات کے بعد سب رفقاء نے اپنا مختصر تعارف پیش کیا اور اپنے نام لکھوائے۔ سال کی اس دوسری تربیت گاہ میں 44 رفقاء اور 3 احباب نے شرکت کی گویا مجموعی تعداد 47 ہوگئی۔ روزمرہ کے پروگراموں کی تفصیل کچھ اس طرح سے تھی۔

رفقاء کو صبح چار بجے تہجد کے لئے بیدار کیا جاتا۔ انفرادی نوافل کے بعد ادعیہ ماثورہ یاد کروائی جاتی اور رفقاء انفرادی تلاوتِ قرآن پاک کرتے۔ نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن کی نشست ہوتی تھی۔ درسِ قرآن کی نشست کے بعد ناشتے اور تیاری کا وقفہ ہوتا ساڑھے آٹھ سے ساڑھے دس تک دو پیریڈز ہوتے۔ ساڑھے دس سے گیارہ بجے تک چائے کا وقفہ ہوتا۔ گیارہ بجے سے ایک بجے تک پھر دو پیریڈز ہوتے۔ اس کے بعد نمازِ ظہر' کھانا اور پھر چار بجے تک آرام کا وقفہ ہوتا۔ چار بجے چائے اور اس کے بعد نمازِ عصر ادا کرتے۔ بعد نمازِ عصر سوال و جواب اور رفقاء کا تعارفی پیریڈ ہوتا۔ نمازِ مغرب کے فوراً بعد بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے لیکچرز تنظیم اسلامی کا انقلابی منشور اور جہاد فی سبیل اللہ بذریعہ ویڈیو دکھانے کا ترتیب وار پروگرام تھا۔ نمازِ عشاء کے بعد آدھے گھنٹے کی سوال و جواب کی نشست ہوتی۔ اس کے بعد رات کا کھانا اور ٹھیک دس بجے تمام رفقاء لائٹ آف کرکے سو جاتے۔ یہ سارا ٹائم ٹیبل نہایت منظم طریقے سے ناظم تربیت شاہد اسلم صاحب نے بڑے اچھے انداز سے چلایا اور اس کے ساتھ کلاس مانیٹر محمد عارف اورکزئی نے بھرپور ساتھ دیا۔

اب آیئے! پروگرام میں شامل مضامین اور مقررین کے نام کچھ اس طرح سے تھے۔

تنظیم اسلامی کا انقلابی منشور اور جہاد فی سبیل اللہ (6 لیکچر بذریعہ ویڈیو)

بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد

دین کا جامع تصور	رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت
ایمانیاتِ ثلاثہ اور اس کی تشریحات	رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت
عبادات' رسومات' اخلاقیات	رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت
تنظیم اسلامی کے دستور کا مطالعہ	ناظم تربیت شاہد اسلم صاحب
علم کی فضیلت اور قرآن حکیم	انجینئر حافظ عبداللہ محمود
تزکیۂ نفس	انجینئر حافظ عبداللہ محمود
مروجہ سیاست اور تنظیم اسلامی	ناظم نشر و اشاعت ڈاکٹر عبدالخالق
ہم عصر تحریکوں میں دعوت کا کام کیسے؟	عبدالرزاق صاحب
انفاق فی سبیل اللہ	قاری عنایت اللہ
عبادت' شہادت' اقامت	انجینئر محمد علی
دین کے جامع تصور پر مذاکرہ	محمد اشرف وصی صاحب
قرار دادِ تاسیس	امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب

19 مارچ بروز جمعہ تمام رفقاء نے نمازِ جمعہ مسجد دارالسلام باغِ جناح میں ادا کی۔ اجتماعِ جمعہ سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے خطاب فرمایا۔ شرکاء کو قرآن اکیڈمی کی سیر کروائی گئی جس میں بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد سے نہ صرف تفصیلی تعارفی نشست ہوئی بلکہ سوال و جواب کا موقع بھی ملا جس سے طلباء کی معلومات میں اضافہ ہوا۔

تربیت کے آخر میں رفقاء نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ اہم رفقاء کے تاثرات کچھ یوں تھے۔

☆ میں نے پہلی مرتبہ اس نوعیت کی تربیت گاہ میں شرکت کی جس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوئیں۔ مجھے جماعت کے ساتھ زندگی گزارنے کی افادیت کا پتہ چلا۔
(محمد عارف اورکزئی' صوبہ سرحد)

☆ یہاں آکر تنظیم اسلامی کے متعلق بنیادی معلومات کا پتہ چلا۔ نظم و ضبط کی ٹریننگ حاصل ہوئی۔ دوستوں سے اسلامی ویب سائٹ پر معلومات کا تبادلہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ایڈریس نوٹ کئے اور نئی سائٹوں کے متعلق ایک دوسرے کو بتایا۔
(عمران غفور' راولپنڈی)

☆ اس تربیت گاہ سے ہمیں یہ پتہ چلا کہ دعوتِ حق ہر مسلمان کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث کو خود دیکھنا اور پھر اسے دوسرے مسلمان بھائیوں تک پہنچانا اور اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
(ڈاکٹر اکرام اللہ' چترال)

☆ تربیت سے معلوم ہوا کہ دعوت کا آغاز اپنے قریب ترین اعزہ سے ہونا چاہئے پھر آہستہ آہستہ بڑھا کر اس کو پوری دنیا تک پھیلا دینا چاہئے اور اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ کھپانا چاہئے۔
(ثاقب الطاف' اسلام آباد)

☆ تربیت گاہ سے پہلے ہم بھٹکے ہوئے مسافر تھے اور اس تربیت گاہ سے ہمیں اپنی صحیح منزل کا پتہ چلا۔ دعوتِ دین اور زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ قرآن نے بتایا ہے' اسے خلوص سے اپنانا چاہئے۔
(شیر بہادر' باجوڑ ایجنسی)

تربیت گاہوں کا یہ سلسلہ انتہائی مفید ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں تنظیم کے انقلابی فکر اور طریقے کار کو سمجھنے میں مدد ملی۔ عبادات کا شغف' دین کی اخلاقی تعلیم اور معاملات کی اہمیت سے نہ صرف آگاہ کیا جاتا ہے بلکہ عملی تربیت کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔

جو رفقاء ابھی تک اس تربیت گاہ سے نہیں گزرے' میرا مشورہ ہے کہ وہ جلد از جلد اس کا اہتمام کریں وہ ضرور محسوس کریں گے کہ اس سے کس طرح رہنمائی کے دروازے کھلتے ہیں۔

میں آخر میں تربیت گاہ کی انتظامیہ کا بھرپور شکریہ ادا کرتا ہوں' خاص طور پر ناظم تربیت شاہد اسلم صاحب کا کہ انہوں نے دن رات ایک کرکے رفقاء کی تربیت اور اس کے خورد و نوش کا انتظام کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو راہِ حق پر چلنے اور چلانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(رپورٹ: فرید اللہ مروت ادارتی معاون "ندائے خلافت")

مرکزی ناظم اعلیٰ کا اسرہ شاہ پنجو (ضلع دادو) کا تنظیمی دورہ

مورخہ یکم مارچ 2004ء بروز پیر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اسرہ شاہ پنجو (حلقہ بالائی سندھ) محترم جناب اظہر بختیار خلجی صاحب امیر حلقہ محترم جناب غلام محمد سومرو صاحب اور ناظم تربیت حلقہ اورنگ زیب گمسی صاحب کے ہمراہ سکھر سے تشریف لے آئے۔ پروگرام کے پہلے مرحلے میں جناب ناظم اعلیٰ نے اسرہ شاہ پنجو کے 19 رفقاء اور 14 معاونین اور اسرہ بھلیجی دادو سے آئے ہوئے تین رفقاء کا فرداً فرداً تعارف حاصل کرنے کے بعد اپنے تعارف میں غیر رسمی انداز میں ایمان باللہ' ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت اور ان کے عملی تقاضوں پر روشنی ڈالی۔ موصوف نے امتِ مسلمہ کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ معاشرہ کی مثال اس دریا کی مانند ہے جو تیزی کے ساتھ جہنم کی طرف بہہ رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ معاشرہ کا ہر فرد اس بہاؤ میں بغیر شعور کے ایک دوسرے سے سبقت لینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔

اب ضرورت اس چیز کی ہے کہ دریا کا رخ بجائے جہنم کے جنت کی طرف موڑنا ہے۔ یہ کام اتنا آسان نہیں' اس کے لئے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار (بنیان مرصوص) کی طرح جماعت کی ضرورت ہے۔ جماعت افراد کے منظم ہونے کا نام ہے جو سب سے پہلے اپنا تزکیہ کریں اس کے بعد شہادت علی الناس کا کام کریں۔ آپ نے مزید فرمایا انسان سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں' لہٰذا سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں' جس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ دعوت اور تبلیغ میں غلط عقائد اور اعمال کے حامل افراد سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔ جیسے نفرت مرض سے ہونی چاہئے نہ کہ مریض سے'

مریض تو ہمدردی کا حقدار ہے تو ہماری کوشش یہ ہو کہ ایسے افراد کو جہنم سے بچانے کی ہمدردی کے ساتھ کوشش کریں۔

ڈھائی بجے نماز ظہر ادا کرنے کے بعد نقیب اسرہ شاہ پنجو کی طرف سے ظہرانہ دیا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دوران امیر حلقہ بالائی سندھ نے صوبھو خان مگسی کے گاؤں کے 13 رفقاء (جن میں سے دو قرآن اکیڈمی کراچی سے ایک سالہ کورس بھی کر آئے ہیں) سے تنظیمی معاملات پر فرداً فرداً بات کی اور ایک نیا اسرہ بنانے پر رائے مانگی۔

مگسی صاحب کی پرسوز اور پرجوش باتوں نے حاضرین کے دلوں میں ایک ولولۂ حرکت اور ایمان میں تازگی پیدا کی اور رفقاء نے انہیں نئے عزم کے ساتھ سکھر کے لئے الوداع کیا۔

(رپورٹ: نور محمد لاکھیر)

پانچ روزہ تفہیم دین کورس، بمقام دفتر تنظیم اسلامی بیہوڑ

یہ پروگرام روزانہ بعد از نماز عصر تا مغرب منعقد ہوتا۔

23 فروری کو عبادت رب کے موضوع پر عالم زیب نے خطاب کیا۔

24 فروری کو شہادت علی الناس کے موضوع پر راقم نے جبکہ 25 فروری کو حنیف اللہ ایڈووکیٹ سابق جنرل سیکرٹری اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ سرحد اور رکن جماعت اسلامی حلقہ سیری بیہوڑ نے اقامت دین کے موضوع پر، سید رحمت علی شاہ جو کہ احباب میں سے ہیں اور بانی تنظیم اسلامی کے کام سے متاثر ہیں نے ''حقیقت انسانی'' کے موضوع پر جبکہ آخری دن 27 فروری کو راقم نے ''جماعت اور بیعت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ 29 فروری تنظیم اسلامی بی بیہوڑ سے راقم سمیت چار رفقاء اور اسرہ دیر سے سعید اللہ نقیب اسرہ کے ساتھ چار رفقاء کل آٹھ رفقاء کا یہ قافلہ کوہستان روڈ پر گاؤں میروٹی کی جامع مسجد میں پہنچا۔ راقم نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' پر بعد از نماز عصر خطاب کیا۔ اور بعد از نماز مغرب راقم نے ڈوڈبا کی جامع مسجد میں ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' پر خطاب کیا۔ خطاب کے بعد نصر اللہ خان مختار اللہ خان ناظم یونین کونسل نے تمام رفقاء کو کھانا کھلایا۔ اس کے ساتھ ہی دعوتی پروگرام اختتام کو پہنچا اور رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مرتب: ممتاز بخت)

حلقہ سرحد شمالی کی ماہانہ شب بسری

مورخہ 6 مارچ کو حلقہ سرحد شمالی کے تحت تیمرگرہ میں ماہانہ شب بسری کا پروگرام منعقد ہوا۔ نماز عصر کے فوراً بعد راقم نے ''اسلام کا انقلابی نظریہ'' بیان کیا۔ انقلابی نظریہ وہ ہوتا ہے جو کسی بھی نظام کے اجتماعی گوشوں پر تیشہ بن کر گرے۔ انقلاب نبوی کا اساسی نظریہ توحید تھا۔ اس نظریہ کے تین حصے ہیں۔ توحید، رسالت اور معاد۔ اس انقلابی نظریے کا پہلا لازمہ سیاست میں خلافت کا تصور ہے کہ ان الحکم الا للہ حاکم مطلق اللہ ہے۔ اس طرح معیشت میں یہ امانت جبکہ معاشرت میں کامل معاشرتی انصاف کا تصور دیتی ہے۔ بعد نماز مغرب علی شیر صاحب نے عظمت قرآن کے حوالے سے بیان کیا۔ آپ نے واضح کیا کہ یہ محفوظ ہے اور انقلابی کتاب ہے۔ یہ محکم کتاب ہے۔ اس کا ہر حکم اٹل اور دلائل کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کا یہ درس قرآن نماز عشاء کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کے بعد سعید اللہ نے درس حدیث دیا۔ آخر میں تنظیم کے لٹریچر سے شاہ وارث صاحب نے تحریری ٹیسٹ لیا۔ ٹیسٹ لینے کے بعد افہام و تفہیم کی نشست ہوئی۔ ساڑھے گیارہ بجے رفقاء سو گئے۔ نماز فجر کے بعد فیض الرحمٰن صاحب نے درس قرآن دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان میں کمی کی وجہ سے دل میں بغض، کینہ، حسد اور تکبر جیسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان بیماریوں کا علاج قرآن سے ہوتا ہے جب انسان اللہ کو اس کی صفات کے ساتھ مانے کہ وہ علی کل شیء قدیر ہے، سمیع و بصیر ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت پر یقین بڑھتا ہے اتنا ہی اس میں توکل علی اللہ پیدا ہوگا۔ وہ راضی بہ رضا ہوگا، اس میں تسلیم و رضا پیدا ہوگا، عادات میں نکھار پیدا ہوگا۔ آخر میں اجتماعی دعا پر اختتام ہوا۔

(رپورٹ: ابوکلیم محسن باجوڑ)

[illegible]

گلی گلی کوچہ کوچہ دعوت دین پہنچایئے
خیر الناس من ینفع الناس بن کر اعلائے کلمۃ اللہ میں جُت جایئے

سہ روزہ، ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کی استحکام، حرکی تربیت حاصل کریں، داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی امور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین۔

آئندہ پروگرام یکم اپریل تا 7/ اپریل 2004ء دفتر حلقہ سرحد جنوبی آفس نمبر 4 سیکنڈ فلور کنٹونمنٹ پلازہ نزد لاری اڈہ نوشہرہ کینٹ کے تحت ڈی آئی خان میں ہوگا۔

جن اصحاب کو ڈی آئی خان سے براہِ راست جانے میں سہولت ہو وہ مرکز سے رابطہ کریں۔

آپ کے جواب کے منتظر

منجانب: شعبہ دعوت و تفریغ اوقات، مرکز تنظیم اسلامی

[illegible]

تنظیم اسلامی کے فکر و عمل سے مؤثر آگاہی کے لئے

مورخہ 26/ مارچ نماز عصر تا 28/ مارچ نماز ظہر 2004ء

بمقام مرکزی دفتر تنظیم اسلامی 67/ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

نوٹ: شرکت کے خواہشمند حضرات اپنی آمد سے مورخہ 25/ مارچ تک ضرور مطلع کر دیں۔

فون نمبر: 6316638-6366638

[illegible]

☆ تنظیم اسلامی، انگلستان کے سینئر و فعال رفیق محترم سید محمد ہاشم آج کل سخت علیل ہیں۔

☆ امیر تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی جناب محمد فہیم صاحب کافی عرصے سے علیل ہیں۔

رفقائے تنظیم اور قارئین ''ندائے خلافت'' سے استدعا ہے کہ وہ ان کی صحتِ کاملہ اور جلد شفایابی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں۔

[illegible]

پنڈی گھیپ کے رفیق تنظیم حافظ محمد شفیق کے والد 20 مارچ کو وفات پا گئے۔
تمام رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Muslims get no sympathy, should they care?

If some Muslims miss the global antipathy toward Islam, they are in denial.

People at the helms of affairs in the West do not like Muslims. And the Muslim "moderates" know why: the world loved Muslims just a few years ago, and then Osama bin Laden and Muslim "extremists" blew it.

"When the former Soviet Union occupied Afghanistan and when Serbian monsters were killing Muslims in Bosnia, virtually all the world was with us," most of the self-proclaimed "moderates" argue. "But those moments of universal goodwill were squandered. Muslims have somehow squandered the international sympathy, goodwill and solidarity with oppressed Muslims by failing to win the "war of ideas" against Muslim extremists."

It is pure fiction that pro-Muslim sentiment was either squandered due to Al-Qaeda's Jihad on America or lost under the rule of "moderates" who failed to flush out extremist from their societies. It never existed. Envy for Islam, resentment of the power of its faith, hatred of our its potential to overcome evil has been a staple for centuries, but most particularly since victory in the cold war was made possible only through using the power of its faith — when books on the concept of Jihad against oppression were printed on Omaha, United States.

Bill Clinton was the most accommodating, sensitive, multilateralist President one can imagine, and yet we know that the US agencies began the planning for Sept. 11 precisely during his presidency. Clinton made humility his vocation, apologizing variously for African slavery, for internment of Japanese Americans, for not saving Rwanda. He even decided that Britain should return the Elgin Marbles to Greece. A lot of good that did us. Islam, however, remained the target. Taliban were demonized, sanctions against Iraq remained enforced, Middle East "peace process" remained a process to extend and consolidate occupation as ever. Madeline Albright said the price of taking lives of half a million children in Iraq is worth the prize that Bush now came to win. All this happened at the height of the Clinton Administration's hyperapologetic, good-citizen internationalism.

Moreover, it is unseemly, even pathetic, for the so-called leaders of Islam to pine for apology on the day America lay itself bleeding and wounded with full complicity and foreknowledge of the attack. This is to carry into Muslim governments' policy a pathology of their domestic politics — the glorification of victimhood and the lust for more privileges from the West for acting as bulwark against "Islamic extremism."

It is not surprising that having set up at home a spoils system in the Muslim world that encourages every puppet dictator to claim even greater victimization than the next, "moderate" Muslims should lament the fantasy that Muslims did not seize and institutionalize our collective victimhood of Muslim "extremists."

The anti-Islam personalities in the West apparently likes Islam when they are on their knees before a power such as the former Soviet Union and the Muslims, in turn, are on their knees for Western help to fight enemies of the West. From that the "moderates" deduce a policy — Muslims should remain on their knees, humble and supplicant, and enjoy the applause and "support" of the West for fighting against its perceived enemy after enemy.

This is not just degrading. It is a fool's bargain — two Muslim countries occupied and thousands dead for a day's worth of nice words and a few million dollars. The "moderates" would forfeit Muslims' freedom of action and initiative in order to get back — what? Another statement from Bush and Blair that this is not a war on Islam? To be retracted as soon as Muslims stop playing victims of "Islamic extremism" and stop playing American mercenaries against their own Muslim brothers in the US promoted "war within Islam"?

Sympathy is fine. But if Muslims "squander" it when they resist invasions and occupations and prevent the next crop of dead in yet another Muslim land, then to hell with sympathy. Charles Krauthammer believes the world hates the US for its wealth, success, and power. Perhaps that is why it has taken lives of thousands of Americans at home and abroad to get the Muslim wealth in the Middle East.

In reality, Muslims have the power of their faith which despite surrender on every front have saved them from surrendering to the Zionist power like the Western establishments. Muslims, undoubtedly, are on the defensive at the moment. They, however, are fortunate to be victims of superior weaponry alone. Real sufferers are Western leaders and institutions which are victims of superior Zionist mind.

Muslims cannot win for losing. They are widely reviled as enemies of the West, yet in the 1980s they engaged in a combat to rescue the West from an enemy which it could never engage in an open warfare.

The search for logic in anti-Islamism is fruitless. It is in the air the world breathes. Its roots are envy and terror in the heart of the oppressive pawns, engaged in violence for Zionists —who, despite claiming for modernity, have failed, and find their one satisfaction in despising resistance to the double standards of modernity and freedom.

While claiming, it is not a war on Islam, they give it a rest for a few moments. Big deal.

The Nation February 14, 2004

Abid Ullah Jan's latest book, *The End of Democracy*, has just been released in Canada.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No.12

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: Abidjan@tanzeem.org)

Axis of Pragmatism

The new Spanish government's decision to go ahead with plans to pull its troops from Iraq constitutes the most pragmatic moment we've faced since 9/11. It's what happens when sanity faces the Axis of lying tyrants and deceivers.

Let's start with the Axis of Liars. The world is told that it is up against a terrible nihilistic enemy. To cover their crimes against humanity, the world is told to think about what the "Islamist terrorists" are doing. Iraqi's resistance against an illegal invasion and occupation is called needless killing to fail the US. Those who resist the bloody American occupation are presented as the extremists, fighting so Iraq collapses into civil war, so even a glimmer of democracy never takes root in the Arab world.

This axis of Liars is supported by the advocates of war who complain that the "pigheadedness of the Bush team" and the "softheadedness" of his few allies did not assign enough killing troops to Iraq. Ignoring to see the result of Israel's disproportionate power against the Palestinians for more close to 40 years, the advocates of war insist that more troops are needed to "build a new Iraq," and prevent "foreign terrorists."

The US did not take a lesson from history and it is destined to fail despite Paul Bremer's "heroic success" in helping the hand picked Iraqis sign a mock constitution. The US will lose it. When it did, it will not be due to the Pentagon's inability to secure Iraq. It will be due to the lies which the war infected "intellectuals have been telling the policy makers for years now. They have been telling them that the US troops will receive a red carpet welcome. They were told the whole world will march with the US in its mission to "civilize" the Muslim world.

These promoters of war now admit the reality. Thomas Friedman in his March 18 column in the New York Times concedes: "As Spain proves, we had a few friendly governments, but most people in Europe and Asia have never been with the Bush team — especially when it continues to insist that we are going to find weapons of mass destruction in Iraq to justify the war."

Despite this realization, the pigheadedness does not give way to pragmatism. Friedman suggests: "It's time for the Bush team to admit it was wrong about this and move on." Is it so easy that you go on a killing spree, kill thousands upon thousands of civilians, occupy a country, enslave its people and then just say sorry for the lies "and go on." Go on where? And, with what authority? After committing such crimes against humanity, no one can keep going on. The culprits face trial and receive due punishment.

The advocates of war never stop repeating the lies that support the Axis of Liars. Friedman continues to repeat the lie that the war on Iraq was imposed "to depose the genocidal Saddam regime in order to partner with the Iraqi people to build a decent government in the heart of the Arab-Muslim world — because it is the pathologies and humiliations produced by Arab misgovernance that are the root causes of terrorism and Muslim extremism."

The best word to describe this line of thinking is rubbish. It is the smokescreen used to hide the US injustices and full-scale sponsorship of tyrannies and tyrants, and their crimes against humanity.

Spain is planning to do something pragmatic: to try to listen to the argument of the oppressed by pulling Spain's troops out of Iraq, calling the occupation "a fiasco" even though the Axis of Liars call the bloodletting a "democracy-building project."

The Axis of Liars are trying to present the Spanish decision as appeasement to terrorism. Appeasement to the real terror is what General Musharraf in Pakistan is doing. Real terrorism is that of which even the causality figure are not available.

Irrespective of the exact figures, the responsibility for the deaths of at least 100 Iraqis civilians to a more credible 35,000 can be pinned on to the United States and United Kingdom. By American military admission itself more than half of the 30,000-strong Republican Guards, which incidentally was 250,000-strong at the beginning of Gulf War I, were wiped out in the Daisy Cutter attacks. Unofficial and unconfirmed estimates peg the casualty figures at close to 200,000.

This is terrorism, not to speak of the casualties from the 12-years genocidal sanctions. It is this kind of terror that forces timid leaders, such as General Musharraf, into killing their people in hundreds, thinking they are embracing the lesser evil and saving them from dying in thousands. Therefore, the Spanish vote will not be remembered as an act of appeasement, but of cleansing the world of tyrants.

The notion that UK, Pakistan, etc can separate themselves from the United States' onslaught on the Muslim world in the name of democracy and modernization by withholding their support in the fake war on terror is a fantasy. Bush, Boykin and others have called it a crusade and they want to fight it that way.

Continued killing of our own people, turning parts of our countries in Gaza and West Bank and supporting the US in its war on Islam would only bring to mind Churchill's remark after Chamberlain returned from signing the Munich pact with Hitler: "You were given the choice between war and dishonor. You chose dishonor and you will have war."

Remember Musharraf preferred dishonor as a result of the "with us or against us" threat from Bush. See, he is now killing his own troops and his own people. We do not need US to attack and weaken us. That is how pragmatism gives way to the Axis of Liars on the other end of the world.